صرف احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کے لیے

انٹرنیشنل

پیغامِ صُلح

مدیر: مدثر عزیز

قیمت فی پرچہ -/5 یورو

فون: +49-308735703

Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جلد نمبر 02 | یکم جمادی الثانی تا 2 رجب المرجب 1438 ہجری یکم مارچ تا 31 مارچ 2017ء | شمارہ نمبر 5-6

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اسباب دنیا کی حقیقت

جب ایک چیز کی کثرت ہو جاوے تو پھر اس کی قدر نہیں رہتی۔ پانی اور اناج جیسی کوئی چیز نہیں اور یہ سب چیزیں آگ، ہوا، مٹی، پانی ہمارے لئے نہایت ہی ضروری ہیں مگر کثرت کی وجہ سے انسان ان کی قدر نہیں کرتا۔ لیکن اگر ایک جنگل میں ہوا اور کروڑ ہا روپیہ بھی پاس ہو مگر پانی نہ ہو تو اس وقت کروڑ ہا روپیہ بھی ایک گھونٹ کے بدلے دینے کو تیار ہوتا ہے اور آخر بڑی حسرت سے مرتا ہے۔ دنیا کی دولت چیز ہی کیا ہے؟ جس کے لئے انسان مارا مارا پھرتا ہے۔ ذرا سی بیماری آجاوے، پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے مگر سکھ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں آتا۔ جب یہ حال ہے تو انسان کی یہ کس قدر غفلت ہے کہ اس حقیقی کارساز کی طرف توجہ نہ کرے جس کا بنایا ہوا یہ سب کارخانہ ہے اور اس کا ذرہ ذرہ جس کے تصرف اور اختیار میں ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۴۶)

جب لوگ حد سے زیادہ دنیا میں دل لگاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے بے پروائی اختیار کرتے ہیں تو انہیں متنبہ کرنے کے لئے عذاب نازل ہوتا ہے۔ دیکھو طاعون کیسی تباہی ڈال رہی ہے۔ ایک کو دفن کر کے آتے ہیں تو دوسرا جنازہ تیار ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۴۳)

اداریہ

23مارچ امام الزماں سے تجدید عہد کا دن

23مارچ کا دن جماعت احمدیہ کے احباب کی توجہ ایک عہد کی جانب مبذول کرواتا ہے اور یاددہانی کے لئے سوال پوچھتا ہے کہ کیا آپ نے کسی سے کوئی عہد کیا تھا جس کا ایفاء آپ کے ذمہ باقی ہے؟ جب ہر احمدی اس کے متعلق سوچتا ہے تو لاشعور اس دن کی دستک سے جاگ اٹھتا ہے اور فوراً بول اٹھتا ہے کہ ہاں ہم نے ایک عہد زمانے کے امام سے اس سلسلہ میں داخل ہونے کے وقت کیا تھا کہ ''ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے'' اور اس عہد کی بنیاد 23مارچ 1889ء کو پڑی۔ یعنی 23مارچ اپنی تاریخی حیثیت کو اجاگر کرتے ہوئے عہد بیعت کی یاد تازہ کرتا ہے کہ اس دن حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ بانی تحریک احمدیت نے خدا سے حکم پا کر ایک کشتی تیار کی اور اس میں سوار ہونے والوں کے لئے دس شرائط بیعت رکھیں۔ یعنی جو اس عہد کو وفا کرے گا وہ اس کشتی میں سوار ہو سکے گا۔ یہ عہد ہمارے پاس دس شرائط بیعت کی صورت میں موجود ہے اور ہمیں 23مارچ کی یاد دلاتا ہے۔ اب ہمیں سوچنا ہوگا کہ کیا ہم اس عہد کی پاسداری کر رہے ہیں یا نہیں؟ ہم یہ عہد کر چکے ہیں کہ ہم اپنے معاملات دینی و دنیوی میں قال اللہ وقال الرسول کے پابند ہوں گے۔ اتباع رسم ورواج اور ہوا و ہوس سے کنارہ کش ہو کر قرآن مجید اور سنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کریں گے۔ یہ وہ عہد ہے جو ہر مسلمان کرتا ہے اور ہر احمدی بیعت کے وقت اس کی تجدید کرتا ہے۔ یہی تجدید بانی سلسلہ احمدیہ کروانے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے۔ اب یہ دن ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ برائے خدا غور کر کے دیکھیں کہ کیا اس اقرار اور عہد کی ہم محافظت کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنے معاملات میں قرآن مجید کے احکام اور سنت رسول صلعم کے مطابق عمل کر رہے ہیں؟ کیا ہم رسم ورواج کے مقابل خدا اور رسول صلعم کی تعلیمات کو مقدم سمجھتے ہیں؟ اگر ہم عہد کو وفا کر رہے ہیں تو اللہ جل جلالہ کی رحمتیں ہمارے ساتھ ہیں اور اگر ایسا نہیں تو ہماری حالت ایسی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے کہا ہم سنتے ہیں اور وہ قبول نہیں کرتے'' (21:8)۔ دوسرے لفظوں میں ہم عہد کر کے اسے توڑ دیتے ہیں۔ زبان سے اقرار کرتے ہیں، مگر دل مردہ ہیں۔ اگر قوم کی قوم عہد کو توڑے اور پورا نہ کرے تو بتائیں کہ پھر ہماری خصوصیت کیا ہوئی؟ اور ہم نے احمدی بن کر اور امام وقت کی بیعت کر کے کیا فائدہ حاصل کیا؟ احمدیت ہمارے اندر تبدیلی اور انقلاب چاہتی ہے۔ جو اس عہد کو وفاء کرنے سے ہی پیدا ہوگا۔ اگر ہم نے عہد کو وفا نہ کیا تو بحکم قرآن ہم سے عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اگر ہم اپنے دنیوی کاروبار میں ہی منہمک رہے اور دین کی طرف توجہ نہ دی تو ہم قابل مواخذہ ہیں۔ خدا کے ہاں جواب دہ ہیں۔ ہمارا زبانی دعویٰ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ہم اس قرآن پر ایمان اور اس کی اشاعت کا دعویٰ کرتے ہیں، اس کی تابعداری کا وعدہ ہم امام الزماں سے بھی کر چکے ہیں تو پھر کیوں ہم غیر ضروری رسم ورواج سے اجتناب نہیں کرتے۔ کیوں ہم اپنی عادات، اخلاق وخصائص اور شخصیت قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق بنانے کی کوشش نہیں کرتے؟ کیا ایسا تو نہیں کہ ہم نے بھی قرآن کو الماریوں کی زینت بنا دیا ہے یا اس کو ثواب کی غرض سے کھولتے ہیں اور سمجھتے نہیں۔ اور چاہیے کہ جس خلوص دل سے ہم نے یا ہمارے آباء نے عہد باندھا تھا اسی خلوص سے اس کی پاسداری کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور 23مارچ کو دینی اور دنیاوی نعمت سمجھ کر اس کی اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے ایک نعمت ہے۔ اس کی بھی اسی طرح قدر اور خدمت کریں جس طرح تحریک کے مقاصد کے لئے دل وجان سے کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆

قرآن کے ساتھ تعلق قائم کرو، پڑھو، سمجھو اور عمل کر کے دکھاؤ

اختتامی خطاب و دُعا، فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع سالانہ دعائیہ 2016ء، بمقام جامع دارالسلام لاہور

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تُو نے انعام کیا نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے'' (سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ: ''اور رسول نے کہا اے میرے رب میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز (کی طرح) قرار دے دیا۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنائے اور تیرا رب ہدایت دینے والا اور مدد دینے والا کافی ہے۔ اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس پر قرآن (سارے کا) سارا ایک دفعہ ہی کیوں نہ اتارا گیا، اسی طرح (ضروری تھا) تاکہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کرتے رہیں اور ہم نے اسے اچھی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ (سورۃ الفرقان آیات 30 تا 32)

میں نے سورۃ الفاتحہ، خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے تلاوت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج ہمارے دعائیہ کو اختتام تک پہنچایا اور یہ توفیق عنایت فرمائی کہ ہم سب باوجود مشکل حالات اور دشواریوں کے اپنے گھروں اور شہروں کو چھوڑ کر یہاں جمع ہوئے۔ بیرونی ممالک سے بھی ہمارے مہمان آئے جن میں خاص طور پر میں انڈونیشیاء کے مہمانوں کا شکریہ ادا کروں گا جو پہلی دفعہ تشریف لائے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد میں نے سورۃ الفرقان کی تین آیات 30 تا 32 تلاوت کی ہیں۔

نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے اور اب اللہ کی طرف سے اصلاح خلق کا جو سلسلہ جاری ہے وہ صرف مجددین، محدثین اور اولیاء اللہ کی صورت میں جاری ہے وہ سنت انبیاء کی پیروی میں جب اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں تو اُن کو بھی وہی مشکلات پیش آتی ہیں جو پہلے اللہ کے پیغام پہنچانے والوں کو آیا کرتی تھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول کریم صلعم تک سب کو پیش آئیں اور یہ قدیم سے اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو اس کی راہ میں نکلے گا اس کو آزمایا جائے گا۔ لوگوں کے ذریعہ جب وہ آزمائے جاتے ہیں تو وہ غم زدہ نہیں ہوتے ہیں۔

سورۃ الفرقان کی تیسری آیت کا خصوصی ذکر کروں گا اس میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: ''اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس پر قرآن (سارے کا) سارا ایک دفعہ ہی کیوں نہ اتارا گیا، اسی طرح (ضروری تھا) تاکہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کرتے رہیں اور ہم نے اسے اچھی ترتیب سے مرتب کیا ہے۔'' یعنی قرآن ہی وہ سہارا اور ڈھارس ہے جس سے نبی اکرم صلعم کے دل کو مضبوط کیا گیا۔ ہمارے لئے بھی دلوں کی مضبوطی کا سبب یہی قرآن ہے جو کہ الفرقان ہے۔

الفرقان کا مفہوم

الفرقان کا مطلب اچھے اور بُرے میں فرق کرنا یا دو چیزوں میں فرق کرنا یا اخلاقی اور غیر اخلاقی چیزوں کے درمیان فرق کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن

کے ذریعہ انسان کی ہدایت کی ہے۔**اور پھر جولوگ سچائی کا ساتھ دیتے ہیں اور جولوگ دشمن بن جاتے ہیں ان کا فرق کر کے دکھایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کیا کرم کیا اور فرعون کو کیسے غرق کیا۔رسول کریم صلعم کو کیا کیا انعامات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں اور آپ کے مقابلہ میں ابو لہب بدنصیب اورابتر رہ گیا اور تباہ ہوگیا۔**

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے **ھدی للمتقین** کہا ہے یعنی ان لوگوں کے لئے ہدایت جو متقی بننا چاہتے ہیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ لوگوں کو پاک کیا اور انہی لوگوں نے انعامات پائے اور اسی پر عمل کر کے لوگوں کے لئے نمونہ بنتے رہے۔**پاکیزگی حاصل کرنا ہر شخص کے لئے ممکن ہے اور وہی ہمارا مقصد حیات ہے، جنوں اور انسانوں کے لئے مقصد حیات عبادت رکھا اور عبد بننے** کے لئے بتایا کہ یہ قرآن کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ان آیات میں **''چھوڑی ہوئی چیز''** کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا۔**اگر ہم اللہ کی ہدایت قرآن پر عمل نہیں کریں گے تو پھر یہ ہم پر بھی لاگو آئے گا کہ ہم نے اس کو چھوڑی ہوئی چیز بنا دیا۔**

نبی کا کام ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو اچھائی کی طرف بلائے اور شیطان کا کام ہے وہ لوگوں کو برائی کی طرف بلائے اور یہ شروع سے ایسے ہی چلا آرہا ہے، ہابیل اور قابیل کے قرآنی قصہ میں بھی شیطان اور خدائی طاقتوں کی مثال بیان ہوئی ہے۔اچھائی اور برائی ہمیشہ سے قائم ہے اور قائم رہے گی۔**انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ رسول کریم صلعم کی اخلاقیات کی پیروی کر کے اولیاء اللہ کا مقام پا سکتا ہے۔لیکن اس کے لئے استقامت اور صبر لازم ہے۔**

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالح لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **''اللہ تعالیٰ ان مومنوں کا دوست ہے وہ ان کو اندھیروں میں سے نور کی طرف لاتا ہے۔''** اور اس کے برعکس فرمایا کہ **اللہ کی ہدایت کا انکار کرنے والے شیطان کے دوست ہیں جنہیں شیطان نور سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتا ہے۔**اگر کوئی انسان اس زمانے میں دعویٰ کرتا ہے کہ وہ احمدی ہے اور ایسی جماعت میں ہے جو تقویٰ کی بنیاد پر بنائی گئی ہے تو اسے شیطان کے حملے اور نور سے دور کر دینے والے حملوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

شیطان الرجیم کا مفہوم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ **قرآن پڑھتے وقت شیطان سے پناہ مانگو۔** الشیطن کو الرجیم کہا ہے۔رجیم کا مطلب ہے رجم کیا ہوا یعنی مارا جانے والا اور اس میں ایک بہت بڑی پیشگوئی ہے کہ شیطان کو ہمیشہ شکست ہوگی چاہے وہ کسی زمانہ میں بھی متقی انسان یا جماعت کا مقابلہ کرے۔یہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ہم اکثر کہتے ہیں کہ شیطان دنیا پر اتنا حاوی ہوگیا ہے کہ اُس سے چھٹکارا کی کوئی اُمید نظر نہیں آتی۔**حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے رجم کیا ہوا کہا ہے اور یہ پیشگوئی ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ شیطان کا خاتمہ ہوجائے گا** اور رجم ہوجائے گا اور مومن کا بھروسہ اللہ پر ہے اور اس کو یہ یقین ہے کہ **''اللہ تعالیٰ شیطان کے خلاف کافی ہے ہدایت دینے کے لئے اور مدد کرنے کے لئے۔''**

دعائیہ میں ہمیں اکٹھے مل بیٹھنے کا موقع ملتا ہے، کچھ دن ہم نے اللہ کی رضا کے لئے اپنے قیمتی وقتوں میں سے نکال کر یہاں پر آکر لگائے اور ہمیں بہت ہی اعلیٰ علمی سطح کی تقاریر بھی سننے کو ملیں۔مجھ سے قبل ایک مقرر نے کہا کہ اس نے ایک سال محنت کر کے آج کے لئے تقریر تیار کی ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقررین آپ تک اچھائی کی باتیں پہنچانے میں کتنی محنت کرتے ہیں۔ہمارے علم میں اضافہ ہوا ہے، کوئی یہاں ایسا نہیں بیٹھا جو یہ کہے کہ میں جیسا علم لے کر آیا تھا ویسا ہی لے کر جا رہا ہوں، ہر ایک نے یہاں سے کچھ نہ کچھ سیکھا ہے، ہمارے انڈونیشیاء کے بھائی کہتے ہیں کہ انہوں نے یہاں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔اللہ نے نہ صرف ہمارا علم بڑھایا بلکہ ہماری روحوں پر بھی یقیناً اچھا اثر ہوا۔نمازیں اکٹھی ادا کیں۔جن دنوں، میں سنگاپور تھا تو ہمارے ایک بھائی ملائیشیاء سے سفر کر کے ہمارے ساتھ شامل ہوئے وہ کل بتا رہے تھے کہ کتنا مزا تھا ان دنوں میں جن دنوں آپ اور شوکت علی اور باقی جماعت کے ساتھ اکٹھے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

قرآن کریم کے تدریجاً نزول کا سبب

اب ہم اگر اپنے آپ کو اللہ کے قریب محسوس کرتے ہیں اور مزید قریب ہونے کا سوچ رہے ہیں تو پھر ہمیں سورۃ الفرقان کی تیسری آیت پر بہت غور کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر پوچھتے ہیں کہ قرآن پورے کا پورا ایک دفعہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پورے کا پورا نازل ہوتا تو اتنا پُر اثر نہ ہوتا۔ اس لئے تھوڑا تھوڑا کر کے تیئس سال میں نازل ہوا ہے، جب کہیں مسئلہ آیا وہاں پر اللہ تعالیٰ نے نزول فرمایا۔ ہم اگر اپنی روزمرہ زندگیوں میں دیکھیں کہ ہم ذرا سی پریشانی میں سے گزریں اور بروقت کوئی حل بتا دے یا کوئی تسلی والی خواب آجائے تو ہمارے دل کو کتنی تسلی اور تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ کی طرف سے رسول کریم صلعم اور مسلمانوں کو قرآنی آیات کے نزول سے اللہ نے بارہا تسلی دی اور پیش آنے والے مسائل کا حل اور کافروں، منافقوں اور مشرکوں کے سوالات کے جوابات بتلا دیئے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے 23 سال کے عرصہ میں قرآن اتارا اور ساتھ وجہ بتا دی ''تا کہ تیرا دل مضبوط ہو جائے''۔

کن فیکون کا مفہوم

اللہ تعالیٰ کا ہر امر محض اس کے 'کن' کہہ دینے سے شروع ہو جاتا ہے اور 'فیکون' کا عمل اپنے مقررہ وقت تک جاری رہتا ہے۔ اگر کسی نے بیج لگایا ہے تو ایک درخت بننے میں وقت درکار ہے اور ایک دانے سے 700 دانے بننے میں بھی وقت لگتا ہے۔ اگر کسی درخت کے 100 بیج ایک ہاتھ میں سماتے ہیں تو اُن سے ایک بیج کا نکلا درخت 100 لوگوں کو سایہ مہیا کرتا ہے۔ ہماری جماعت بھی مجدد زماں کا بویا ہوا بیج ہے اس کو بھی وقت درکار ہے اور اس کے نیچے بھی لوگ آئیں گے، جس کی ہم جھلکیاں دیکھ رہے ہیں لیکن ''کن اور فیکون'' کے درمیان بعض وقت بہت عرصہ لگا کرتا ہے۔ لکڑی زمین میں دبی رہتی ہے پھر کوئلہ بن جاتی ہے اور زیادہ عرصہ گزرنے پر ہیرا بھی بن جاتی ہے۔

حال ہی میں ٹیلی ویژن پر اسکاش کے نمایاں کھلاڑی جہانگیر خان کا انٹرویو دیکھ رہا تھا۔ اس نے تقریباً 128 مقابلے جیتے تھے، وہ بغیر محنت کیسے حاصل ہو سکتے تھے؟ اگر ہم جماعت کے نصب العین یعنی متقی اور تعلق باللہ لوگ بننے کے لئے محنت نہ کریں تو پھر یہ مقصد فرداً یا مجموعاً حاصل ہونا کیسے ممکن ہوگا۔

فنا فی اللہ کا مفہوم

تقویٰ کی آخری منزل فنا فی اللہ ہے۔ اس کی مثال اسفنج سی ہے۔ اسفنج ایک سمندر میں زندہ چیز ہے جو سمندر کا پانی اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ کہاوت ہے کہ اسفنج کے بچے نے اپنی ماں سے پوچھا کہ سمندر کہاں ہے۔ ماں نے جواب میں کہا کہ سمندر ہمارے باہر بھی ہے اور اندر بھی ہے۔

ایسے ہی جہاں خدا تعالیٰ انسان کے باہر ہوتے ہوئے اندر سما جائے تو پھر فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

صراط المستقیم پر چلنے اور قائم رہنے میں بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ آج اگر ہم محسوس کر رہے ہیں کہ دعائیہ کا اثر ہم پر ہوا ہے، ہمارے اندر ایک جوش آ گیا ہے، ہمیں پختہ ارادہ کرنا ہے کہ ہم نے اس جذبہ کو قائم رکھنا ہے۔ وہ لوگ خوش قسمت ہوں گے جو اگلے سال بھی ادھر آ سکیں گے، کتنوں کو میں نے اس دفعہ دیکھا کہ وہ ہمارے درمیان اب نہیں ہیں، کسی کو نہیں پتہ کہ اگلے دعائیہ میں کون ہم میں سے نہ رہے، عمر کا کوئی بھروسہ نہیں۔

دعائیہ کا اہم پیغام

دعائیہ کے اختتام پر میں آپ سب کی توجہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 43 کی طرف دلاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جھک جانے والوں کے ساتھ جھکے رہو''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم نازل ہوا جو بظاہراً بنی اسرائیل کو مخاطب ہے مگر مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں بتلایا جا رہا ہے کہ اگر تم بھی اُن کی طرح اللہ کے احکامات پر عمل نہ کرو گے تو تم سے بھی اللہ اپنی

نعمتیں اور انعامات چھین لے گا۔ نماز قائم کرنے کے حکم کے ساتھ ''جھک جانے والوں کے ساتھ جھک جاؤ'' کا حکم قابل توجہ ہے۔ یعنی نماز با جماعت ادا کرو۔ کوئی سمجھے کہ میں گھر میں بیٹھ کر وہ ہی کما رہا ہوں جو مسجد میں ملتا ہے۔ جہاں نمازی ٹھنڈ اور گرمی، بارش اور برف میں گھر کا آرام چھوڑ کر مسجد آئیں تو ان کا مقابلہ گھر کے آرام دہ ماحول میں نماز ادا کرنے والے سے کیسے کیا جا سکتا ہے۔

آج ہم کیا پیغام لے کر جائیں گے؟ پیغام ہم یہ لے کر جائیں کہ ہم یہ تہیہ کریں کہ قرآن کریم یہاں سے جاتے ہی شروع کریں گے۔ چاہے اس کا صرف آدھا یا ایک رکوع روزانہ پڑھا جائے اور اس میں جو بھی حکم الٰہی آ جائے اس پر عمل کرنا شروع کر دیں گے۔

مرکز میں ہم نے ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے، کہ ہمیں روزانہ ایک رکوع اُردو ترجمہ میں مغرب کی نماز کے بعد سنایا جاتا ہے تاکہ ہمیں قرآن کے اندر جو علم اور احکامات ہیں اُن سے آگاہی ہو سکے۔

اس لئے چاہیے کہ چاہے آپ قرآن تھوڑا پڑھیں لیکن اس پر عمل کریں۔ تو پھر دیکھیں کہ آپ کے اندر کیسی کیسی تبدیلی آئے گی۔ قرآن کا آدھا رکوع پڑھ لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے اسے پڑھیں، پھر سوچیں کہ اس میں کوئی ایسا حکم تو اللہ کی طرف سے نہیں آیا جس پر آپ عمل نہ کر رہے ہوں۔ اگر ایک ہی آیت میں پانچ حکم آ گئے ہیں اور اگر ہم ایک ہی دفعہ پانچ احکامات پر عمل نہ کر سکیں تو پھر کم از کم یہ فیصلہ کر لیں کہ ان میں کونسا پہلے کرنا ہے اور کونسا بعد میں لیکن سب پر عمل لازم ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیں کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 43 میں اللہ تعالیٰ کے کیا احکامات آئے ہیں۔ (۱): نماز قائم کرو۔ (۲): زکوٰۃ دو (۳): رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (یعنی با جماعت نماز ادا کرو)۔ ان تینوں احکامات پر عمل کرنا ہم پر فرض ٹھہرتا ہے۔

دعا

آج تمام مہمانوں نے رخصت ہو جانا ہے اور سب سے بڑی دعا یہی ہے کہ اللہ آپ سب کو حفاظت سے گھر پہنچائے، آپ سب کو زندگیاں بخشے اور توفیق دے کہ آپ دنیا کے کاروباروں کو چھوڑ کر یہاں آتے رہیں۔ آپ سب کے ذمے یہ بھی آتا ہے کہ آپ سب جا کر باقیوں کو بھی کہیں کہ یہ چند زندگی کے نفعوں کے لئے کیوں آپ بڑا اُخروی نفع بھول جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس ملک کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کو اسلام کے اصولوں پر چلنے والا بنائے۔ ہمارے محسن حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب جنہوں نے اسلام کو شکستہ حال میں دیکھا اور اس کو دوبارہ سہارا دیا اور اس کو امن کی راہ دکھائی۔ اللہ ان کو اونچے بلند مقام پر لے جائے اور ان کی جماعت کو ان کی تعلیم کی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سلسلہ کے جتنے بھی امیر رہے ہیں، ہمارے جو بزرگ رہے ہیں جن میں سے اکثر کی اولادیں یہاں پر موجود ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو جنت میں اونچے مقامات عطا فرمائے۔ خاص ذکر حضرت مولانا محمد علیؒ کا جن کی تصنیفات اور قرآن کے تراجم نے ہمارے لئے ایک راہ کھول دی ہے کہ ہم اسلام کو دنیا میں لے جائیں۔

قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کو اس سال سو سال ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو تا قیامت محفوظ رکھے۔ ہمارے سلسلہ کے تمام بزرگ تمام ممبر جو فوت ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور جو لوگ زندہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے، صحت مند زندگیاں عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس دعائیہ پر آنے والوں کو اجر عطا فرمائے۔ ان کی دعاؤں کو قبولیت عطا فرمائے۔ واپسی کے سفر میں حفاظت فرمائے، ان کی آنے والی عمریں لمبی، صحت مند اور کامیاب ہوں، اللہ تعالیٰ ان کو اولادوں کی اچھی تربیت کرنے میں رہنمائی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ ہماری برلن مسجد کا کام مکمل کرے تاکہ اس کے ذریعہ اسلام کو پھیلانے میں ہماری مدد ہو، اللہ تعالیٰ تمام حاجت مندوں کو ان کی حاجتیں عطا فرمائے اور بے اولادوں کو اولاد عطا فرمائے، طالب علموں کو کامیابی۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو با عمل مسلمان بنائے اور ہماری جماعت کو نہ صرف ترقی دے بلکہ حفاظت میں رکھے۔ آمین

☆☆☆☆

تاثرات ودُعا حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(برموقع تقریب ''یادرفتگان'')

مورخہ 12مارچ 2017ء

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے،

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز کے ساتھ مدد مانگو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُنہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم محسوس نہیں کرتے۔ اور ضرور ہم کس قدر ڈر اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہارا امتحان کریں گے اور صبر کرنے والوں کو خوش خبری دو۔''

(سورۃ البقرہ آیت 153 تا 155)

آج ہمیں اللہ تعالیٰ نے پھر موقع عطا فرمایا کہ یادرفتگان کے سلسلہ میں جماعت کی ہستیوں کے بارے میں تقاریر سنیں۔ ہر سال میں دو مرتبہ منعقد ہونے والی اس تقریب کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے سلسلہ کے ان بزرگوں کے متعلق علم حاصل کرتے ہیں جن کی وجہ سے ہم ان سے نہ صرف ایک تعلق محسوس کرتے ہیں بلکہ ان کے اعلیٰ نمونہ پر چلنے کی خواہش بھی دل میں اجاگر ہوتی ہے اور ہمارے دلوں میں جماعت سے محبت اور اس کی خدمت کا ایک جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

میاں فضل احمد صاحب مرحوم ومغفور

آج سب سے پہلے میاں فضل احمد صاحب کا ذکر اُن کی دختر نگین ملک صاحبہ نے کیا۔ بہت سی چیزیں ہوتی ہیں جن کے متعلق قریبی رشتہ داروں کو ہی علم ہوتا ہے۔ کون جانتا تھا کہ میاں فضل احمد صاحب تہجد گزار تھے یا نہیں۔ آپ کی روحانی زندگی ذاتی تھی اور صرف گھر والے ہی جانتے تھے وہ خود تو گلی گلی اشتہار نہیں لگاتے کہ آج ساری رات تہجد پڑھ کر آیا ہوں۔ میں اپنی بہن نگین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ہمیں میاں فضل احمد صاحب کی ذاتی زندگی کے واقعات سنائے۔ میاں فضل احمد صاحب کے متعلق چوہدری ناصر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر فرمایا تھا:

''یہ ہر دلعزیزی نہیں تو اور کیا ہے
کہ ہر دست تیرے لئے بُدعا ہے۔''

واقعی ایسے لوگوں کے لئے ہاتھ قدرتی طور پر اٹھتے ہیں کہ ان کے لئے دعا کی جائے۔ ان کے مقامات، ان کی خدمات اور اللہ تعالیٰ سے جو تعلق انہوں نے قائم کر رکھا تھا اس کا اندازہ آج ہوا اور یقین ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھے مقام پا گئے ہوں گے۔ ہماری دعائیں ان کے لئے مزید بلند درجات کا ذریعہ ہوتی ہیں۔

میاں فضل احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جماعت کی خدمت کا خوب موقع عطا فرمایا۔ ان کی زندگی میں اللہ نے انہیں موقع دیا کہ وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب سے لے کر آج تک جماعت کے تمام امیروں کے ساتھ جماعت کی خدمت کرتے رہے اور ان کے مفید مشورے جماعت کی تقویت اور ترقی کا باعث بنتے رہے۔ آپ کی زندگی میں ہمارے لئے ایک بہت بڑا نمونہ ہے۔ معمولی سی نوکری ہمیں مل جائے تو ہم جماعت کے کاموں کو ترجیح دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہر کوئی کہتا ہے کہ ٹائم نہیں ہے۔ کام پر اتنا وقت لگ

جاتا ہے۔ جناب میاں صاحب کوئی فارغ انسان نہ تھے کہ کچھ کرنے کو نہیں چلو جماعت کا کام کر لیتا ہوں۔ وہ صنعت کے شعبہ سے وابستگی کے علاوہ روٹری کلب کے صدر اعلیٰ تھے۔ ٹی بی ایسوی ایشن کے صدر، فیصل آباد میں بھی ایک بڑا افلاحی ادارہ میاں محمد ٹرسٹ ہسپتال چلا رہے تھے۔ گھر والوں کو وقت دے رہے تھے اور اس کے باوجود جماعت کے لئے بھی وقت نکالتے۔ مجلس معتمدین ومنتظمہ، بلادِ غیر کے متعلق معاملات میں حصہ لیتے اور ہفتہ میں ایک دن دفتر میں آنا اور کام کرنا بھی معمول میں شامل تھا۔ انہوں نے تو کبھی نہیں کہا کہ کیا کروں وقت ہی نہیں ہے۔ ہسپتال کا کام کر رہا ہوں، روٹری کا کام یا ٹی بی والوں کا کام بہت زیادہ ہے۔

میاں صاحب کے متعلق دو تین باتیں ہی بتاؤں گا کیونکہ باقی احباب کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے۔ ایک تو ان کی مہمان نوازی بے مثال تھی۔ سالانہ دعائیہ کے موقع پر بیرونی ممالک سے آنے والے احباب اُن کے مہمان ہوتے اور اُن کو وہ اپنے گھر میں ٹھہراتے۔ میرے خیال میں شاید دو عدد کمرے انہوں نے خاص مہمانوں کے لئے مخصوص کر رکھے تھے۔ اور پھر ہم سب بھی ان کے گھر جایا کرتے تھے اور ان کی مہمان نوازی ایسی تھی کہ بڑی خوشی سے استقبال کرتے تھے۔ ہر جلسہ پر ایک عدد دعوت ہم ان کے گھر میں کھاتے تھے۔ یہ اکیلے نہیں تھے بلکہ انکی اہلیہ محترمہ طاہرہ آپا کا بھی ساتھ تھا۔ نہ صرف مہمان ٹھہرائے جاتے تھے بلکہ بڑے خیال سے رکھے جاتے تھے۔ گو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق نہ دی مگر ہر سال وہ مجھے کہتے کہ آپ مری میں میرے گھر میں کچھ دن گزارو۔ جنرل عبداللہ سعید صاحب نے جب ہسپانوی زبان میں ترجمہ قرآن ممکن بنایا تو دو مترجم بہت عرصہ تک آپ کے مہمان رہے اور قرآن کے ترجمہ کی برکت اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر میں عطا فرمائی۔

سالانہ دعائیہ میں وہ چیئرمین کا فرض نبھاتے۔ ان کی وقت کی پابندی متاثر کن تھی۔ چاہے جتنے بھی لوگ آ جاتے وہ جلسہ کا آغاز کر دیتے اور کبھی کبھی حاضرین کے ساتھ مذاقاً یہ بھی کہہ دیتے کہ حاضرین و جلسہ اور چند خالی کرسیوں سے ہم جلسہ شروع کرتے ہیں۔ آپ کی تقاریر مختصر اور بامقصد ہوتیں اور نہایت موضوع اشعار ان کا حصہ ہوتے۔

آج ہم نے مولانا محمد علی صاحب کی ٹیپ شدہ تقریر سنی۔ ان کا پیغام تھا کہ آپ بیشک مصروف ہوں جماعت کے لئے اپنا نمونہ اور اپنے خدمت کرنے کا وقت بھی نکالا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے امیر اوّل اور بانی جماعت احمدیہ لاہور کی نصیحت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جب ایسے لوگ چلے جاتے ہیں جماعت کے لئے بہت بڑا خلا چھوڑ جاتے ہیں اور ہمارا ہی کام ہے کہ ہم اس کو پُر کریں۔ یہ چیز اپنے دماغوں سے نکال دیں کہ دفتر میں جو چند لوگ کام کر رہے ہیں۔ انہی کا کام جماعت کو چلانا ہے۔ یہ ہر ایک کا فرض ہے۔ جب تک ہم سب اکٹھے مل کر جماعت کے کام نہیں کریں گے تو ترقی کیسے ممکن ہوگی؟

ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب

ان کے متعلق طاہر صادق صاحب نے تقریر کی۔ ڈاکٹر صاحب کی خصوصیت تھی کہ بچوں میں بچے اور بڑوں میں بڑے لگتے تھے۔ ان کا مزاج ایسا تھا کہ خود بھی ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے۔ انگلینڈ سے جب آئے تو میں نے کچھ قرآن یاد کیا ہوا تھا۔ میں نے درخواست کی سن لیں۔ آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور سنتے رہے۔ جب میں کہیں غلطی کرتا تھا تو وہ فوراً اسے ٹھیک کرتے تھے۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ نے قرآن حفظ کیا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا: مجھے تو صرف عربی زبان کی گرامر آتی ہے۔ جہاں تم غلطی کرتے ہو تو مجھے پتہ چل جاتا ہے اور میں اسے ٹھیک کر دیتا ہوں۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ان کا عربی پر کتنا عبور تھا۔ عربی کے علاوہ آپ کو جرمن زبان اور انگریزی پر بھی عبور تھا۔ اس میں بھی ہمارے لئے نمونہ ہے کہ ہم بھی غیر ملکی زبانیں سیکھیں۔

انگلینڈ میں جب آپ بحیثیت مبلغ آئے تو کچھ دن کے بعد وہاں تعلیم ختم کر کے میں نے واپس پاکستان لوٹنا تھا جب آپ اور مسعود اختر صاحب وہاں پر آئے اس وقت کافی ٹھنڈ تھی۔ان کا کمرہ بہت ٹھنڈا تھا لیکن انہوں نے اس ٹھنڈ کے متعلق کوئی گلہ نہیں کیا بلکہ میں نے خود محسوس کیا۔اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ میں نے کچھ برتن اور ایک الیکٹرک بلینکٹ سیٹ جا کر انہیں دیا۔ وہ انہوں نے بڑی ہی مشکل سے قبول کیا۔ **جو مبلغ بن کر جاتے ہیں یہ پھولوں کے بستروں پر لیٹنے کے لئے نہیں جاتے ہر قسم کی مشکلات کے لئے تیار رہتے ہیں اور باقی مبلغین کے لئے نمونہ بنتے ہیں۔**

ان کی ایک بات یاد آتی ہے کہ جب میں طالب علمی کے زمانہ میں احمدیہ بلڈنگس سے ایف سی کالج واپس آتا تو ہم دونوں ایک ہی بس میں سفر کرتے تھے،کبھی سیٹ نہ ملتی تو کھڑے ہو کر سفر کرتے ۔بعض مرتبہ میں باتیں کرتا جاتا اور وہ جواب نہیں دیتے تھے اور پھر میں بعد میں ان سے کہتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ کدھر تھے تو وہ کہتے کہ میں تو کھڑا کھڑا سوجایا کرتا ہوں۔

وہ جب فوت ہوئے تو میں ایبٹ آباد میں ایوب میڈیکل کالج میں دس بجے لیکچر ختم کیا اور روانہ ہوا اور ان کے جنازہ اٹھنے سے پہلے ماڈل ٹاؤن والے گھر پہنچ گیا۔ان کا جنازہ ان کی رہائش گاہ سے نکلا تو میں نے کہا میں ان کے ساتھ بیٹھتا ہوں۔ میں نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا تو میں نے سوچا کہ یہ آج بھی کہہ رہے ہوں گے یوں نہیں یوں لفظ ہے۔میری آنکھوں کے سامنے وہی نظارہ تھا کہ ڈاکٹر صاحب سکون سے آنکھیں بند کر کے میرا سبق سن رہے ہیں۔

عبدالقیوم صاحب ٹالی والے اور محمد عالم خان صاحب کچھی والے

پروگرام کے شروع میں مبلغ تنویر احمد نے تلاوت کی تو مجھے لگ رہا تھا کہ بڑی پُر اثر سی آواز آرہی ہے جو میں بچپن میں سنا کرتا تھا اور بعد میں پتہ چلا کہ تنویر،عبدالقیوم صاحب ٹالی والے کا ہی بیٹا ہے جن کے متعلق ایاز عزیز صاحب نے خیالات کا اظہار کیا۔آپ اور محمد عالم خان صاحب کچھی والے بہت عظیم بزرگ تھے۔ایک زمانہ تھا کہ جب ہمارے دادا مولوی حافظ محمد یحیٰ صاحب نے احمدیت قبول کی تو آپ کے اثر سے ان دونوں بزرگوں کے خاندان اور کچھی کے اور کئی خاندانوں نے بھی احمدیت قبول کی۔ پیغام صلح کا پرانا شمارہ اٹھائیں تو اس میں کچھی کے تقریباً 35 اشخاص کے نام ہیں جو ایک ماہ میں احمدی ہوئے۔میرا خیال ہے کہ اس وقت ساری کچھی تقریباً احمدیوں کی بستی تھی۔ پھر وہ زمانہ بھی آیا کہ بہت سے احمدیوں کو جن میں ایاز عزیز کے والدین اور ان کا خاندان بھی شامل تھا بستی چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ۔ پیچھے رہنے والے چند لوگوں نے نہایت مشکل وقت گزارا اور جو آیات میں نے خطاب کے شروع میں تلاوت کیں ان کا مصداق ٹھہرتے ہیں۔ایک بزرگ نے تو اپنی قبر اپنے ہاتھوں سے کھود رکھی تھی کیونکہ لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ ہم تمہاری قبر تک نہ کھودیں گے۔

چوہدری منصور احمد صاحب

ان کے ساتھ تو میرا ذاتی تعلق ہے۔ان کی وفات کے بعد ان کی تعریف ان کے خالہ زاد بھائی نے ایک مرتبہ یوں کی کہ **وہ آدمی تو فرشتہ تھا۔ جب ہمارا گھر ڈیوس روڈ پر بن رہا تھا تو روزانہ آکر کھڑا ہو جاتا تھا اور پینٹ میچ کر کے دیکھتا رہتا تھا۔ایسے جیسے اس کا اپنا گھر ہو۔**کسی کو بے سہارا نہیں چھوڑا۔ یہ لوگ جو ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں ولی اللہ ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہماری ساری قوم کو یہ جذبہ عطا فرمائے۔**منصور بھائی جان کی جو کوشش نصیر احمد فاروقی صاحب کے خطبات مرتب کرنے میں تھی وہ مثالی ہے۔**ان کو مرتب کرنے میں انہوں نے نہ صحت کا خیال کیا،نہ تھکاوٹ کا۔ایک لگن تھی جو ان کو قوت بخشتی جاتی تھی اور وہ یہ کام کرتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ جلد پرنٹ ہو جائے اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب فاروقی صاحب کے درس ہوا کرتے تھے تو میں

دیکھتا تھا کہ بھائی جان نے بیان القرآن میں ایک ایک سادہ صفحہ لگوا لیا تھا اور وہ ان کے نوٹس ساتھ ساتھ لکھا کرتے تھے۔ اور پھر ریکارڈنگ سن کر بھی کچھ حصہ لکھا گیا جو بہت وقت طلب اور مشکل کام ہے۔

انہوں نے اپنی وفات سے غالباً تین چار سال پہلے یہ فیصلہ کرلیا کہ میں اپنی پینشن اب استعمال نہیں کروں گا۔ آپ نے مجھے کہا کہ میں اپنی مرضی سے یہ رقم بغیر کسی کو بتائے استعمال کروں۔ اس میں غریبوں کی شادیاں بھی ہوئیں اور بھی اچھے کام ہوا کرتے تھے لیکن کچھ عرصے سے جتنا جمع ہوتا ہے وہ میں برلن میں دیتا جا رہا ہوں جب تک برلن کے پیسے درکار ہیں منصور بھائی جان کا حصہ جاری رہے گا۔ وہ انسان جو ہمارے بہنوئی تھے اس سے بڑھ کر ہمارے سگے بھائی لگتے تھے اور ایک بہت اچھے دوست بھی تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو میں یورپ کے دورہ جات پر تھا اور مجھے ان کا جنازہ یہاں نصیب نہیں ہوا لیکن آج کل موبائل کے ساتھ سہولت ہے میں نے جنازہ ایک کمرے میں اکیلا کھڑا ہو کر باقی جماعت کے ساتھ پڑھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ میرے اوپر کرم کیا ہے کہ ٹیکنالوجی کے ذریعے میں ان کے جنازے سے محروم نہیں ہوا۔

ان کی زندگی میں ہمارے لئے بہت بڑے سبق ہیں، شاید بوڑھے ہو کر ہر کوئی جماعت کا کام کرنا چاہتا ہے لیکن جو جوانی سے دین کی خدمت میں لگا ہوا ہو اللہ اُس کے کام کی بہت قدر کرتا ہے اور اُسے قبول کرتا ہے۔ آج اُن کے بیٹے ڈاکٹر تنویر احمد نے اپنے والد کے متعلق بذریعہ Skype امریکہ سے ہمیں کچھ باتیں بتائیں۔ میں پوری طرح سے احساس کرتا ہوں کہ ایک بیٹے کے لئے یہ کتنی مشکل بات ہے کہ وہ اپنے مرحوم والد کے متعلق کچھ بیان کرے۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا کہ کیسے کرے گا وہ تو بہت حساس طبیعت کا مالک ہے۔ لیکن جو اس نے کہا بہت سے دلوں پر اس سے گہرا اثر ہوا۔ اُس نے بتایا کہ اس کے ابا جانی **جب کوئی جماعت چھوڑ دیتا تو اپنا فرض بنا لیتے کہ اس ''کشتی'' کے بھٹکے ہوئے مسافر کو کیسے واپس امن والی کشتی میں سوار کرایا جائے۔** مشکل حالات میں لوگ علیحدہ بھی ہو جایا کرتے ہیں لیکن سمجھانے پر واپس بھی آجایا کرتے ہیں۔ **یہ شاید ہماری بہت بڑی کوتاہی ہے کہ جب کوئی جماعت چھوڑ دے تو ہم کہتے ہیں کہ چلو وہ چلا گیا ہے۔ یہ کوشش کی جائے کہ اس کو واپس لانے کے لئے ہم اس کے پیچھے جائیں۔** یہ ہمارا فرض ہے۔

آخر میں یہی کہوں گا کہ اگر ہم اکٹھے ہو کر کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ہر چیز ممکن بنا دے گا۔ بچے نہ سمجھیں کہ ہم خدمت بڑے ہو کر کرلیں گے ابھی سے پوری کوشش کریں۔ جماعت کے کاموں میں اپنی طاقت کے مطابق اپنا حصہ ڈالیں۔ آج خصوصی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر دل میں وہ اثر ڈالے کہ اُس میں تبدیلی واقع ہو۔

دعا

اللہ تعالیٰ تمام سلسلہ کے بزرگوں، جن میں آج کی مذکورہ شخصیات بھی شامل ہیں۔ ان تمام کو جنت میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور جو انہوں نے ہمارے لئے نیک نمونے چھوڑے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو جس کے لئے انہوں نے صبر کیا، دُکھ برداشت کیے، تکلیفیں اٹھائیں لیکن اس سلسلہ کو نہ چھوڑا، اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ قائم رکھے اور ہمیں بھی اس پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے نمونہ پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اس جماعت کو فروغ دے اس کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں ان کو دور کرے اور ہمیں دعائیں کرنے والے اور اللہ کے حضور کھڑے ہو کر اس جماعت کی حفاظت مانگنے والے اور ان مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنے والے بنائے اور ہمیں ثابت قدم رکھے۔ آمین

☆☆☆☆

23مارچ پاکستانی قوم کیلئے یومِ احتساب

محی الدین

23مارچ کا دن، برصغیر پاک و ہند مسلم لیگ اور پاکستان کی تاریخ کا ایک سنہری دن ہے۔اس روز برصغیر کے کونے کونے سے ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے اپنے قائد محمد علی جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس کے موقع پر مسلمانوں کی آزادی اور ایک الگ وطن کے قیام کے لیے قرارداد منظور کی جسے قراردادِ لاہور یا قرارادِ پاکستان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو نہ صرف مسلم لیگ کے آئین کا حصہ بنی بلکہ اسی کی بنیاد پر سات سال بعد 14اگست 1947ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔مگر افسوس کہ پاکستان میں قومی تہوار تاریخی پس منظر کو ذہن میں رکھ کر منانے کی بجائے کھیل کود کر گزار دیے جاتے ہیں اور تاریخی ورثہ نسلِ نو کو منتقل کرنے کے لئے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا۔دنیا کے خطے میں پاکستان وہ واحد ملک ہے جو ایک نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا۔مسلمانوں کی سر بلندی اور امن وسکینت کے حصول کے لیے معرضِ وجود میں آنے والے پاکستان کے لیے قربانیوں کی ایک لازوال داستان رقم کی گئی۔پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے ان گنت قربانیاں دی گئیں۔چشم فلک نے نہ جانے کتنے ہی لاشے خاک و خون میں تڑپتے دیکھے۔بیشمار لوگوں کو اپنی جائیدادیں چھوڑنی پڑیں۔دوکانوں، مکانات اور محلات سے محروم ہونا پڑا۔کتنی ماؤں کی ہری بھری گود آناً فاناً اجڑ گئی۔کسی کو داغِ یتیمی ملا تو کسی سے اس کے بڑھاپے کا سہارا چھین لیا گیا۔کوئی اپنے جیون ساتھی سے محروم ہوگیا۔کسی بہن کو اپنے کڑیل جوان بھائی کی قربانی دینی پڑی تو کسی بھائی کو اپنے سامنے بہن کا مقدس آنچل اترنے کے اذیت ناک غم سے دوچار ہونا پڑا۔ایک منزل تھی جس کو پانے کے لیے آگ کے دریا کو عبور کرنا پڑا۔وہ کون سا غم، وہ کون سا دکھ، وہ کون سی تکلیف، وہ کون سی اذیت تھی جس کا سامنا نہ کرنا پڑا پھر جا کر کہیں یہ منزل ملی جس کے بارے میں قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا: ''کہ لفظ قوم کی ہر تعریف کی روح سے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور اس لحاظ سے ان کا اپنا علیحدہ وطن، اپنا علاقہ اور اپنی مملکت ہونی چاہیے۔جہاں وہ اپنی روحانی، ثقافتی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کو اس طریق پر زیادہ سے زیادہ ترقی دیں جو ہمارے نزدیک بہترین ہو اور ہمارے نصب العین سے ہم آہنگ ہو'۔ مگر سوال یہ ہے کہ جس نظریئے کی خاطر پاکستان بنایا گیا، جس نصب العین کو سامنے رکھ کر پاکستان حاصل کیا گیا، جس دستورِ حیات پر عمل کرنے کے لیے پاکستان کا قیام عمل میں آیا، کیا آج کا پاکستان وہی پاکستان ہے جس کا خواب ہمارے آباواجداد نے دیکھا تھا؟ کیا پاکستان میں قانون کی حکمرانی قائم ہے؟ کیا پاکستان قائد کے فرمان کے مطابق ایک فلاحی مملکت کا نقشہ پیش کر رہا ہے؟ کیا پاکستان میں جمہوریت اپنی روح کے مطابق نافذ العمل ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔۔آج جس طرف نظر اٹھتی ہے آگ وخون کی بارش دکھائی دیتی ہے۔ہرسمت ظلم و جبر کا دھواں اٹھتا نظر آتا ہے۔پاکستان کا غریب طبقہ مقہور و مجبور بن چکا ہے۔جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا مظاہرہ نظر آرہا ہے۔ملک کے وسائل پر صرف چند خاندان مسلط ہیں۔پاکستانی معیشت خاص ہاتھوں کے کنٹرول میں ہے۔عوام خوف و دہشت کی فضاء میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔وقت کا تقاضہ ہے کہ آج کے دن کو یوم احتساب کے طور پر منائیں اور سوچیں کہ ہم نے کیا کھویا کیا پایا کیونکہ آج کا دن ہمیں اپنے بزرگوں اور عظیم راہنماوں کی قربانیوں اور ان کے مقاصد کی یاد دلاتا ہے۔کہ ہمارے ان رہنماوں نے آزادی اور جمہوریت کا جو خواب دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر تو ہوا تاہم ہمارے سامنے آزادی، اخوت، مساوات کا عظیم تصور تشنۂ عمل ہے۔وطن عزیز کے تمام باشندوں کو یکساں طور پر آگے بڑھ کر یکجہتی کا عملی مظاہرہ کرنا ہوگا تاکہ ہم کامیابی کی منزل طے کرسکیں۔اس موقع پر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارا ملک آج بھی گوناں گو مسائل سے دوچار ہے اور یہ بات ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔بلاشبہ ہم نے شدید مزاحمتوں کے باوجود وفاقی اور جمہوری کردار کا زبردست مظاہرہ کیا۔ سائنس وٹیکنالوجی، صنعت وحرفت اور زراعت، نقل و حمل، اطلاعاتی اور مواصلاتی ٹیکنالوجی کے شعبوں میں ہمارے ملک نے اہم کردار ادا کیا ہے۔لیکن آج بھی ہم عدم مساوات، بے روزگاری، پسماندگی اور ناخواندگی وغیرہ کے عفریت سے دوچار ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس دور کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ملک وقوم کی ترقی وکامرانی کے لیے درست راستوں کا تعین کریں۔

طلاق

ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

رشتہ ازدواج کسی بھی معاشرہ میں بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت نے افزائش نسل انسانی کے لئے جس طریق کو جائز قرار دیا ہے وہ نکاح کے ذریعہ رشتہ ازدواج میں بندھنے کا عمل ہے۔

نکاح بنیادی طور پر ایک عہد ہے جو فریقین کے درمیان طے کیا جاتا ہے جس میں اپنے اپنے فرائض کی بجا آوری اور دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

اسلامی نکاح کے ذریعہ تمام وہ حقوق و فرائض زوجین کے اوپر واجب ہوجاتے ہیں جن کا تذکرہ قرآن وسنت میں کیا گیا ہے۔

انسانی زندگی میں مسائل ہمیشہ اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات سے روگردانی کرتے اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے حقوق وفرائض کی نگہداشت کی جائے تو اسی دنیا کی زندگی جنت کا نمونہ پیش کرتی نظر آتی ہے۔

اسلام نے نکاح کو صرف جذبہ شہوت کی تسکین کا ذریعہ نہیں ٹھہرایا بلکہ نکاح کے مقاصد اور اغراض کو شہوت رانی کے جذبات سے بہت بلند قرار دیا ہے نکاح کے عمومی مقاصد میں افزائش نسل، پرورش اولاد، عفت وعصمت، پاک دامنی، مودت ورحمت، احساس ذمہ داری اور روحانی ترقی جیسے امور شامل ہیں لیکن ان مقاصد کا حصول اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اللہ کے قائم کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں زندگی بسر کی جائے۔

اللہ کے احکامات سے انحراف کی صورت میں انسان کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں زوجین کی باہمی رنجشیں اور عناد کا پیدا ہوجانا بھی شامل ہے۔

بعض اوقات زوجین میں سے ایک فرد اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کرتا ہے لیکن فریق ثانی اپنے فرائض سے پہلوتہی کرتا ہے جس کی وجہ سے مسائل جنم لیتے ہیں اور فریقین میں بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ دونوں کا ساتھ رہنا امر محال ہوجاتا ہے۔

یہ صورت بعض اوقات فرائض سے ہٹ کر طبیعتوں اور مزاج کے مختلف ہونے کی وجہ سے بھی پیدا ہوجاتی ہے اور بعض موقعوں میں ایک فریق کی دوسرے سے ناپسندیدگی اس کی وجہ بنتی ہے۔

وجوہات جو بھی ہوں لیکن ان وجوہات سے فریقین کا باہمی محبت اور مودت کا جذبہ ختم ہوجاتا ہے اور ان کا مزید ایک ساتھ چلنا ممکن نہیں رہتا۔

اللہ رب العزت جو انسان کا خالق ہے اور اس کی ضروریات اور مسائل سے واقف ہے اس نے ناموافقت کی صورت میں میاں، بیوی کی علیحدگی کو جائز رکھا ہے یعنی حالات میں اگر کشیدگی اس حد تک بڑھ جائے کہ اکٹھا رہنا ان کے لئے موجب تکلیف ہو تو وہ ایک دوسرے سے جدا ہوسکتے ہیں اور اس علیحدگی میں وہ ان تمام حقوق وفرائض سے آزاد ہوتے ہیں جو ان کے ذمہ نکاح کی وجہ سے عائد ہوتے تھے۔

اس علیحدگی کو اسلامی اصطلاح میں ''طلاق'' کا نام دیا جاتا ہے۔ طلاق کی تفصیلات، احکامات اور مسائل سے بہت کم لوگ درست واقفیت رکھتے ہیں۔ افادہ عامہ کے لئے چند سطور قرآن وسنت اور مسیح موعود کی روشنی میں سپرد قلم کررہا ہوں تاکہ ان کے ذریعہ درست طریق پر قدم مارا جاسکے۔ ورنہ طلاق کے مسائل کی تفصیلات بے شمار صفحات کو چاہتی ہیں۔

طلاق عربی زبان کا لفظ ہے، لغت میں طلاق کے اصل معنی بندش سے آزادی، رہائی، کشادگی وغیرہ کے ہیں لیکن فقہ کی اصطلاح میں مرد کا اپنی بیوی سے نکاح کی پابندیاں اٹھانے کا نام طلاق ہے۔

عقد نکاح کیونکہ فریقین کے مابین ایک مقدس معاہدہ ہے جس کے ذریعہ

دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق واجب ہوتے ہیں وہ شرعی، معاشرتی اور اخلاقی بندش میں جکڑے جاتے ہیں لیکن طلاق مرد اور عورت کو ان قیود اور بندشوں سے آزاد کر دیتی ہے۔ طلاق کی بعض صورتوں میں ناقص اور بعض میں کامل جدائی ہو جاتی ہے۔

اسلام سے پہلے یہودیت، عیسائیت، ہندومت اور عرب دور جاہلیت میں طلاق کے متعلق جو طریق مروج تھا اس کے متعلق بتاتا چلوں کیونکہ ان میں انتہائی افراط وتفریط کا معاملہ پایا جاتا تھا۔

یہودیت میں طلاق کا اختیار صرف اور صرف خاوند کو حاصل تھا وہ جب چاہے ادنیٰ سے ادنیٰ وجوہ کی بنا پر طلاق دے سکتا تھا۔ کیونکہ یہودیت میں عورت کی حیثیت محض مملوکہ شے کی ہے اور مرد مالک اور مختار ہے اس لئے شریعت کے تمام احکام اسی کے گرد گھومتے ہیں چنانچہ توریت میں آتا ہے: ''اگر کوئی مرد عورت لے لے، اس سے شادی کرے اور بعد میں ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو۔ اس سبب سے کہ اس نے اس میں کچھ پلید بات پائی تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے ہاتھ دے اور اسے اپنے گھر کے باہر کر دے (استثناء ۲۴:۱)

عیسائیوں میں سرے سے ہی طلاق کی ممانعت تھی اور ایک عرصہ دراز تک مسیحی دنیا اس قانون پر عامل رہی لیکن جب عائلی دشواریوں کی اصلاح نہ ہو سکی اور علیحدگی کی ضرورت محسوس ہوئی تو 1910ء میں ایک کمیٹی کے ذریعہ اس پر غور کیا گیا اور 1923ء میں طلاق کے حق کو تسلیم کیا گیا اور طلاق کے اعتبار سے مرد اور عورت دونوں کو مساوی قرار دیا گیا لیکن اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فریسیوں کے سوال کے جواب کہ: ''کیا جائز ہے کہ مرد ایک سبب سے اپنی بیوی کو طلاق دے دے'' (متی ۱۹:۳) آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''جسے خدا نے ملایا ہے اسے انسان جدا نہ کرے۔'' (متی ۶:۲۹)

اس طرح عیسائیت تو شروع ہی سے طلاق کا حق نہیں دیتی، جہاں تک ہندو مذہب کا تعلق ہے ہندو مذہب میں طلاق کا قانون غیر انسانی اقدار پر مبنی ہے اس میں نہ صرف عورت کو طلاق لینے سے محروم رکھا گیا بلکہ عورت کو مرد کی لونڈی اور قیدی بنا دیا گیا۔ اسلام سے پہلے جاہلیت میں یہ اصول تھا کہ مرد عورتوں کو متعدد طلاقیں دیتا اور رجوع کر لیتا اور بعض اوقات ظہار کے ذریعے ساری عمر کے لئے عورت کو لٹکتا ہوا چھوڑ دیتا اور اس طرز پر عورتوں کو ستایا اور رلایا جاتا۔ اس کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ''جب ایک شخص چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت کے اندر رجوع کر لیتا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عورت اس مرد کی زوجیت سے کبھی بھی نہ نکل سکتی تھی۔ ایک مرد سو سے اوپر تک طلاق دیا کرتا تھا''۔

اسلام نے ان سب سے ہٹ کر طلاق کے متعلق جو پاک تعلیم دی وہ اعتدال پر مبنی ہے۔ اس قانون میں مرد اور عورت کو پورا حق دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں علیحدگی کے لئے جو طریق اختیار کیا جاتا ہے اس کو طلاق کہتے ہیں اور جب بیوی کی طرف سے ہو تو اسے ''خلع'' (جس کے معنی کسی چیز کو ہٹا دینا یا اسے دور کرنا ہے) کہتے ہیں۔ لیکن یہ حق مخصوص حالات کے تابع ہیں۔ اگر میاں بیوی اس بات کو محسوس کریں کہ ان کی ازدواجی زندگی ایسی نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کر سکیں اور ان کے اکٹھا رہنے سے اولاد اور دوسرے رشتہ داروں پر بُرا اثر پڑتا ہے اور نکاح کا اصل مقصد فوت ہوتا اور اس کی اصل روح مجروح ہوتی ہے تو اس وقت میاں بیوی ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں۔ یعنی قرآن مجید اور احادیث میں طلاق کی اجازت تو دی گئی مگر یہ حق صرف اور صرف استثنائی حالات میں عمل میں لایا جا سکتا ہے۔

طلاق کے متعلق آنحضرت صلعم کا ایک قول ہے: ''اللہ نے طلاق سے زیادہ کسی ناپسندیدہ چیز کی اجازت نہیں دی۔''

اسی طرح حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ''اللہ عزوجل کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ جس چیز سے نفرت ہے وہ طلاق ہے۔''

جہاں پر اللہ تعالیٰ طلاق کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا ہے وہاں پر انسانی ضروریات کے مدنظر اس کی اجازت بھی دیتا ہے یعنی جیسے فرمایا:

''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو''

قرآن کریم نے حضرت نبی کریم صلعم کے اصرار کو بھی ناپسند فرمایا جو آپ صلعم نے زیدؓ کو طلاق دینے سے منع کرنے پر کیا۔ باوجود اس کے کہ ان کا نزاع کافی

طویل ہو چکا تھا جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آتا ہے: ''اور جب تو اسے جس پر اللہ نے انعام کیا اور جس پر تو نے انعام کیا تھا کہتا تھا اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ کا تقویٰ کر''۔ (سورۃ الاحزاب آیت 37)

حضرت زید بن حارث اور حضرت زینبؓ کے نکاح اور طلاق کے واقعہ سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات جس مسئلہ کو عموماً ہلکا سمجھا جاتا ہے وہ بعض زوجین کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید اور آنحضرت صلعم کی یہ واضح تعلیم ہے کہ علیحدہ ہونے سے پہلے ہر ممکن کوشش کر لینی چاہیے کہ حالات سدھر جائیں لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر علیحدگی اختیار کی جا سکتی ہے لیکن بہر حال اسلام نے طلاق کے بارے میں عجلت سے روکا ہے۔

اصول طلاق یہ ہے کہ سب سے پہلے طلاق کے لئے معقول وجہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ تمام ذرائع جو مصالحت کے لئے ممکن ہو سکتے ہیں جیسا کہ ہمیں حضرت زیدؓ کے قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے مصالحت کے لئے اپنی انتہائی کوشش کی۔

اصول طلاق جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یہ فیصلہ ہے کہ مرد اور عورت آئندہ میاں بیوی کے طریق پر نہیں رہیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر ناچاکی جو ان کے درمیان پیدا ہو طلاق کا موجب ہو گی بلکہ ناچاکی اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ آئندہ میاں بیوی کے طور پر نہیں رہ سکتے تو طلاق واقع ہو گی۔

محض شقاق (ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا) سے طلاق واقع نہیں ہو سکتی جب تک مصالحت کے تمام ممکنات ختم نہ ہو جائیں اس کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے: ''اور اگر تم کو دونوں میں باہمی دشمنی کا ڈر ہو تو ایک فیصلہ کرنے والا اس (مرد) کے لوگوں میں سے اور ایک فیصلہ کرنے والا اس (عورت) کے لوگوں میں سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں تو اللہ ان میں موافقت کر دے گا، بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔'' (سورۃ النساء آیت 35)

فقہاء کے نزدیک طریق طلاق تین طرح پر تسلیم کی گئی ہے۔ بعض اوقات ایک آدمی بیک وقت تین طلاقیں دیتا ہے تو اس سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ طلاق تین دفعہ دی گئی ہے، اس کو طلاق بدعی کہتے ہیں اور اس کے اوپر آنحضرت صلعم نے انتہائی خفگی کا اظہار کیا ہے اور اس کو دین کے ساتھ مذاق قرار دیا ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو پہلی دفعہ ایک طہر میں طلاق دیتا ہے پھر دوسرے طہر میں دوسری دفعہ پھر تیسرے طہر میں تیسری دفعہ طلاق دیتا ہے، اس طریق طلاق کو فقہاء کی اصطلاح میں طلاق حسن کہتے ہیں اور تیسرا طریق جسے طلاق احسن کہا جاتا ہے یعنی طلاق دینے کا سب سے بہترین طریقہ جس میں ایک طہر میں صرف ایک دفعہ طلاق دی جاتی ہے اور اس کے بعد عدت کی مدت پوری کی جائے۔ یہی وہ طریق ہے جس کو قرآن مجید نے تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

''اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت (کے شروع) میں طلاق دو اور عدت کی حفاظت کرو اور اللہ اپنے رب کا تقویٰ کرو۔''

(سورۃ اطلاق آیت 1)

اس عرصہ کے دوران اگر وہ شخص رجوع کرنا چاہے تو بغیر نکاح کے رجوع کر سکتا ہے لیکن اگر طلاق دینے کے بعد عدت کا عرصہ گزر جاتا ہے تو اس کی طلاق ایک متصور کی جاتی ہے لیکن عدت گزرنے کے بعد وہ رجوع کا حق بغیر نکاح کے نہیں رکھتا اس کے لئے اسے دوبارہ نکاح کرنا ہو گا اور حق مہر کی رقم بھی دوبارہ طے ہو گی۔ اگر پھر کبھی وہ طلاق دیتا ہے اور پوری عدت گزارتا ہے اور پھر طلاق دیتا ہے تو اس کی دو طلاق تصور کی جائیں گی۔ اس کے بعد وہ پھر نکاح کرتا ہے تو یہ اس کا آخری موقع ہو گا اس کے بعد اگر وہ طلاق دے دے تو وہ دوبارہ اس کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتا جب تک کہ اس عورت کا نکاح کسی اور مرد سے نہ ہو اور وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے۔

اس کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا:

''یہ طلاق دو دفعہ ہے پھر پسندیدہ طور سے رکھنا یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کرنا ہے اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم اس (مال) سے کچھ لو جو تم نے انہیں دیا۔'' (سورۃ البقرہ آیت 229)

طلاق کی یہی بہترین اور احسن صورت ہے جس کو قرآن و سنت نے پسند کیا ہے اور اس میں بھی یہ حکم لاگو ہے کہ طلاق کی عدت عورت خاوند کے گھر میں رہ کر

پوری کرے نہ تو وہ خود گھروں سے نکلے اور نہ اسے زبردستی نکالا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''تم اپنی متعلقہ عورتوں کو عدت گزارنے میں وسعت کے مطابق مقام دو جہاں تم رہتے ہو۔'' (سورۃ الطلاق آیت 6)

اور فرمایا: ''اور اللہ سے ڈرو یہ تمہارا پروردگار ہے، ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔'' (سورۃ الطلاق آیت 1)

یہ اس وجہ سے کہ ہر ممکنہ کوشش سے طلاق کو روکنے کی کوشش کی جاسکے کہ جب عورت، خاوند کے گھر میں ہوگی تو اس بات کا زیادہ گمان ہے کہ ان کے درمیان مصالحت ہوجائے۔ طلاق کے مسئلہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''مسلمانوں میں نکاح ایک معاہدہ ہے جس میں مرد کی طرف سے مہر اور تعہد نان ونفقہ اور اسلام اور حسن معاشرت شرط ہے اور عورت کی طرف سے عفت اور پاک دامنی اور نیک چلنی اور فرمانبرداری شرائط ضروریا میں سے ہیں اور جیسا کہ دوسرے تمام معاہدے شرائط کے ٹوٹ جانے سے قابل فسق ہوجاتے ہیں ایسا ہی یہ معاہدہ بھی شرطوں کے ٹوٹنے کے بعد قابل فسق ہوجاتا ہے۔۔۔'' (آریہ دھرم)

قرآن شریف کے فرمودہ کی رو سے تین طلاقیں دی گئی ہوں اور ان میں سے ہر ایک کے درمیان اتنا ہی وقفہ لکھا گیا ہو جو قرآن شریف نے بتایا ہے تو ان تینوں کی عدت کے گزرنے کے بعد اس خاوند کا کوئی تعلق اس بیوی سے نہیں رہتا۔ اگر کوئی اور شخص اس عورت سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرے اور پھر اتفاقاً وہ اس کو طلاق دے دے تو اس خاوند اول کو جائز ہے کہ وہ اس بیوی سے نکاح کرلے اگر دوسرا خاوند ،خاوند اول کی خاطر سے یا لحاظ سے اس بیوی کو طلاق دے کہ تا وہ پہلا خاوند اس سے نکاح کرلے تو یہ حلالہ ہوتا ہے اور یہ حرام ہے۔۔۔۔''

(الحکم نمبر 13 جلد 7 مورخہ 10 اپریل 1903ء)

قرآن واحادیث حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال سے ایک بات یہ واضح ہوتی ہے کہ نکاح ایک عہد ہے اس کی پابندی کی ہر ممکنہ کوشش کی جائے لیکن بوقت ضرورت طلاق کا استعمال کیا جاسکتا ہے اور طلاق کی احسن اور بہترین صورت جس کا قرآن مجید نے تذکرہ کیا اسی طریق کو اختیار کرتے ہوئے طلاق دی جائے۔ ایک ہی وقت میں تین طلاق کا دے دینا قرآن اور سنت نبویؐ اس چیز کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر ہم قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی کے فیصلے کریں گے تو ہماری زندگیوں میں آسانیوں کی آمد ہوگی اور ہم مشکلات سے بچ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن وسنت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مختصر رپورٹ (ماہ مارچ)

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور

اس ماہ تنظیم خواتین کا وفد 9 مارچ 2017ء کو سیالکوٹ روانہ ہوا۔ اس وفد کے دورے کا مقصد جماعت کے انتہائی معزز و بزرگ ممبر شیخ سلیم احمد صاحب کی وفات پر ان کی اہلیہ اور دوسری رشتہ دار خواتین سے اظہار افسوس کرنا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شیخ سلیم احمد صاحب کی اہلیہ اختر آپا کی خبر گیری بھی مقصود تھی کیونکہ وہ خود بھی ایک عرصہ سے علیل ہیں۔ وفد نے آپا کی بیمار پرسی کی اور شیخ صاحب کی وفات پر ملال کا اظہار کیا اور ان کے رشتہ دار خواتین کو صبر اور حوصلہ کی تلقین کی۔

16 مارچ 2017ء بروز جمعرات تنظیم خواتین کی ماہانہ میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ میں ضرورت مند بچوں کے تعلیمی وظائف، ایڈمیشن اور باقی اخراجات میں معاونت کے متعلق صلاح مشورہ کیا گیا۔ احمدیوں بچیوں کی شادی میں جہیز، زیور اور نقد رقوم دینے کی جو روایت برسوں سے چلی آرہی ہے، تنظیم خواتین کی اس میٹنگ میں اس کے متعلق اعادہ کیا گیا، اس میٹنگ میں ایک بچے کی داخلہ فیس اور باقی اخراجات میں امدادی رقم دینے کی منظور بھی دی گئی۔

مارچ اپریل کا مہینہ وظائف کے اجراء کا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق بات چیت کی گئی، جنرل میٹنگ کے نمائندگان کا اعلان کیا گیا۔

ہلکی پھلکی چائے کے بعد اختتامی دعا مانگی گئی جس میں بیماروں کی شفا یابی اور مشکلات سے حفاظت کی دعا کو بالخصوص شامل کیا گیا۔

پروین چوہدری

کچھ عمر بن عبدالعزیزؒ کی یاد میں

انس حمید (راولپنڈی)

آپ کا نام عمر بن عبدالعزیز بن مروان اور کنیت ابوحفص تھی، نہایت نیک اور صالح خلیفہ ہوئے۔حتی کہ خلفائے راشدین کے بعد پانچواں خلیفہ آپ کو شمار کیا جاتا ہے۔آپ 61 یا 63 ہجری میں پیدا ہوئے، آپ کی جائے پیدائش مصر کا شہر حلوان ہے۔ان دنوں آپ کے والد مصر کے حاکم تھے۔آپ کی والدہ اُم عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب تھیں۔

آپ کی والدہ کے متعلق کسی شاعر نے اس طرح تعارف کروایا ہے۔

ترجمہ:''وہ خلیفہ کی بیٹی اور اس کا دادا بھی خلیفہ اور وہ خلیفوں کی بہن اور اس کا خاوند بھی خلیفہ۔''

آپ کا بچپن چونکہ بہت ناز ونعم سے گزرا اس لئے آپ کے حساد (حاسد کی جمع) ان میں یہی عیب نکالا کرتے تھے کہ یہ ناز ونعمت کو بہت پسند کیا کرتے ہیں اور متکبرانہ چال سے چلتے ہیں۔حالانکہ جیسے ہی آپ نے شعور کی عمر میں قدم رکھا تو آپ کے حالات زندگی کے طور واطوار بالکل مختلف ہو گئے۔زید بن اسلم انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلعم کے بعد میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔جس کی نماز اس جوان یعنی عمر بن عبدالعزیز کی نسبت رسول پاک صلعم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہ ہو۔

محمد بن علی بن حسینؓ سے کسی نے عمر بن عبدالعزیز کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بنی امیہ کے ''نجیب'' ہیں اور قیامت کے دن وہ بصورت امت واحدہ اٹھیں گے۔

پہلا خطبہ بطور خلیفہ

عمر بن مہاجر مغیرہ سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ ہوئے تو کھڑے ہو کر پہلے خدا تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا:

''اے لوگو! قرآن مجید کے بعد کوئی کتاب نہیں اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی نہیں۔میں قاضی نہیں ہوں (کہ جس کا حکم لوگوں کو ماننا لازم ہوتا ہے) بلکہ میں تو احکام جاری کرنے والا ہوں اور نہ میں کوئی نئی چیز اختراع کرنے والا ہوں بلکہ میں تو متبع ہوں اور نہ تم میں سے کسی شخص سے بہتر بلکہ تمہاری نسبت مجھ پر بوجھ زیادہ ہے۔جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم اور نافرمان نہیں اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت واجب ہی ہے۔''

مغیرہ کہتے ہیں جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے بنی مروان (خاندان قبیلہ) کو جمع کیا اور فرمایا:

''رسول کریم صلعم کے پاس باغِ فدک تھا جس کی آمدنی سے آپ صلعم بنو ہاشم کے بچوں کی خبر گیری کرتے تھے اور ان کی بیواؤں کے نکاح کر دیا کرتے تھے۔حضرت فاطمہؓ نے اس باغ کو آپ صلعم سے مانگا تو آپ صلعم نے اس کے دینے سے انکار فرمایا اور پھر وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی زندگی میں بھی اسی طرح رہا۔

لیکن پھر مروان نے اسے اپنی جاگیر میں شامل کر لیا اور اب وہ مجھے ورثہ میں پہنچا ہے۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ جس چیز کو رسول کریم صلعم نے اپنی صاحبزادی کو دینے سے اعراض فرمایا وہ مجھ پر کیسے حلال ہوگا۔اب تم گواہ رہو کہ میں نے اس کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جیسے وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ باسعادت میں تھا۔

لیث کہتے ہیں آپ نے اپنے خویش واقرباء کے پاس جو جاگیریں تھیں وہ ضبط کر لیں اور انہیں مالِ ظلم قرار دیا۔

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالمالک کو کہا دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کر لو۔یا تو وہ بے مثل اور قیمتی جوہر جو تمہارے والد نے تمہیں دیا ہے۔بیت المال میں جمع کروا دو یا مجھے اذن دو میں تم سے علیحدہ

ہوجاؤں۔ کیونکہ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ میں ،تم اور وہ ہیرا تینوں ایک گھر میں رہیں۔انہوں نے جواب دیا میں آپ کو ہی اختیار کرتی ہوں وہ کیا چیز ہے؟ پھر اس جوہر کو بیت المال میں جمع کروادیا گیا۔عمر بن عبدالعزیز کے بعد جب یزید بن عبد الما لک تخت پر بیٹھا تو اس نے آپ کی اہلیہ محترمہ سے کہا اگر چاہو تو میں وہ ہیرا پھر تمہیں دیدوں۔جواب دیا۔میں نے اسے اپنی خوشی سے حوالہ کیا تھا۔اب ان کی موت کے بعد میں اسے لے کر کیا کروں گی۔عمر بن عبدالعزیز کے بعض عاملوں نے ان کی طرف لکھا ''ہمارا شہر خراب ہوگیا ہے اگر امیر المومنین ہمیں کچھ مال عطا کریں تو ہم اس کی اصلاح کرلیں۔

آپ نے اس کے جواب میں لکھا جب تم میرا یہ خط پڑھو تو اس شہر کے گرد عدل کی دیوار کھینچ دو۔اور ظلم سے اس کے راستوں کو پاک وصاف کردو کیونکہ یہی اس کی مرمت ہے۔

مالک بن دینار کہتے ہیں جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے پوچھنے لگے اب کون نیک بخت خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیے ہماری بکریوں کو نقصان نہیں پہنچاتے۔یعنی ظلم تقریباً ختم ہوگیا۔

مالک کہتے ہیں لوگ مجھے زاہد کہتے ہیں حالانکہ زاہد عمر بن عبدالعزیز تھے جن کے پاس دنیا آئی مگر اسے ترک کردیا۔

ابوجعفر منصور نے آپ کے صاحبزادے سے پوچھا جب تمہارے والد خلیفہ ہوئے تو ان کی آمدن کیا تھی۔جواب دیا چالیس ہزار پھر پوچھا جب انتقال ہوا اس وقت آمدن کیا تھی۔جواب دیا کل چار سو دینار ،کہا اگر کچھ اور زندہ رہتے تو اس سے بھی کم ہوجاتی ،مسلمہ بن عبدالما لک کہتے ہیں میں عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کے لئے گیا تو دیکھا کہ آپ ایک میلا کُرتا پہنے ہوئے تھے۔میں نے آپ کی زوجہ محترمہ سے کہا آپ کُرتا دھو کر کیوں نہیں دیتیں۔انہوں نے کہا ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کُرتا ہی نہیں کہ اسے اتار کر یہ اس کو پہن لیں۔ایک دن آپ نے اپنے غلام سے کہا پانی گرم کر کے لاؤ۔وہ جا کر شاہی باورچی سے گرم کرلایا۔آپ کو معلوم ہوا تو ایک درہم کی لکڑیاں باورچی خانہ بجھوادیں۔

جب تک آپ سلطنت کے کاروبار میں مشغول رہتے ،آپ کے سامنے شاہی لیمپ جلتا ،جب فارغ ہوجاتے تو اس کو بند کر کے اپنا مٹی کا چراغ جلا لیتے۔

اوزاعی کہتے ہیں جب آپ کسی کو سزا دینا چاہتے تو پہلے احتیاطاً تین دن تک اسے قید رکھتے تا کہ غصہ اور جلدی میں اسے سزا نہ دے بیٹھیں۔

آپ فرمایا کرتے ،سلف صالحین کے قول پر عمل کیا کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ اچھے اور زیادہ جاننے والے تھے۔

آپ فرماتے جب تم کبھی کسی مسلمان شخص سے بات سنو تو جب تک اسے بھلائی پر محمول کرنے کی طاقت اور محل ہو۔اسے کسی برائی پر محمول نہ کیا کرو۔

آپ کو مشورہ دیا گیا اپنے لئے کوئی محافظ مقرر کرلیں تو آپ نے فرمایا اے اللہ! اگر میں قیامت کے علاوہ کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں تو مجھے اس خوف سے امن میں نہ رکھنا۔

امید بن زید قرشی کہتے ہیں آپ جب بھی مجھ سے خط لکھواتے تو لکھتے:

''اے اللہ! میں اپنی زبان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

بنو امیہ خطبہ میں حضرت علیؓ کی شان میں بے ادبی کیا کرتے جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے اس بات کو بند کردیا اور اپنے تمام نائبین کے نام حکم لکھ بھیجا۔ان خلافِ ادب الفاظ کی بجائے یہ آیت پڑھی جایا کرے۔ترجمہ:''بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔۔۔۔۔''

یہ آیت آج تک خطبات میں پڑھی جاتی ہے۔

آپ کی تاریخ وفات مختلف جگہوں میں فرق ہے بہر حال 20 تا 25 ماہِ رجب 101 ہجری بعمر انتالیس 39 سال پر اتفاق ہے۔

جب آپ پر نزع کا عالم ہوا تو آپ نے تمام اقرباء کو اپنے پاس سے اٹھوا دیا۔آپ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ میں دروازہ میں آکر بیٹھ گئی۔آپ کے آخری الفاظ تھے۔مرحبا ان صورتوں کے لئے جو نہ انسانوں کی ہیں نہ جنوں کی پھر یہ آیت پڑھی۔ترجمہ:''یہ آخرت کا گھر'' (القصص آیت 83)

☆☆☆☆

خواتین کا عالمی دن اور ہم؟

قاری ارشد محمود

8 مارچ کو خواتین کا عالمی دن بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔اس کی ابتداء1911ء میں ہوئی۔اس دن کے حوالے سے مختلف تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں ہر قسم کے مقررین الگ الگ رنگوں میں اور اپنے اپنے خیالوں سے خواتین کے حقوق بیان کرتے ہیں۔حقوق خواتین بیان کرنے والوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ایک تو مذہبی حلقہ جو اپنے آپ کو حقوق خواتین کا حقیقی علمبردار سمجھتا ہے۔دوسرا لبرل طبقہ جو خواتین کو مذہبی طبقے کے خیالات سے آزاد کروانے کو حقوق خواتین جانتا ہے۔دونوں طبقے اپنی اپنی جگہ پر کوشش میں ہیں کہ ہم اپنی بات کو منوائیں کہ ہم ہی حقیقی معنوں میں حقوق خواتین کے علمبردار اور پاسداری کرنے والے ہیں۔جبکہ غور کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یہ دونوں طبقے افراط وتفریط کا شکار ہیں۔خواتین کے حقوق کو حقیقی معنوں میں بیان کیا ہے تو وہ صرف خالق کائنات نے کیا ہے۔اور صحیح معنوں میں خواتین کے حقوق کو جو ادا کیا اور سمجھایا ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی طبقے میں خواتین کو مقدس گائے جانتے ہوئے بالکل ہی دنیا و مافیہا سے الگ کر دیا اور اسے کسی بھی کام میں شرکت کا اہل نا سمجھا۔اس کو چادر و چار دیواری میں اس طرح بند کیا گویا کہ کائنات کے رنگ و بو میں ان کا کوئی حصہ ہی نہیں۔دنیا کی ہزاروں نعمتیں جو خالق کائنات نے کل انسانیت کے لیے بنائی تھیں ان سے خواتین کو محروم کر دیا گیا۔ایسی بے جا پابندیوں کے اندر جکڑ دیا جن کا دین کے ساتھ دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔خواتین کے حقوق حقیقی معنوں میں دین اسلام نے ہی بیان کیے ہیں اور ان کو جاننے کے لیے قرآن حکیم کا مطالعہ اور غور وفکر لازمی ہے۔بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے حقوق اس احسن انداز سے بیان کیے کہ اور ان پر عمل کر کے دکھایا کہ کائنات میں اس کی مثال نہیں ملتی۔خواتین کو ہر قسم کی آزادی سے نوازا مگر اس کے ساتھ ساتھ جیسے مردوں کے لیے حدود ہیں ویسے ہی خواتین کے لیے بھی حدود مقرر کر دیں۔دین اسلام نے اگر خواتین کو غض بصر کا حکم دیا ہے تو یہی حکم مردوں کے لیے بھی ہے۔خاتون اگر ماں کی حیثیت سے ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔اگر بیٹی کی حیثیت سے ہے تو فرمایا جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی، ان کو اچھی تعلیم دلوائی اور ان کا احسن انداز سے نکاح کیا تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ایسے ہوگا جیسے دو انگلیاں اکٹھی۔اور ماں کی حیثیت سے خاتون کی عظمت کو اس انداز میں سمجھایا کہ جنگ کے موقع پر ایک صحابی رسول اجازت چاہتا ہے کہ اللہ کے رسول میں بھی اللہ کی رضا کے لیے جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔آپ فرماتے ہیں کہ کیا تیری ماں ہے۔کہا جی ہاں ماں ہے اور وہ بوڑھی ہے۔آپ نے فرمایا تو اپنی ماں کی خدمت کر اللہ تجھے جہاد میں شریک ہونے کا ثواب عطا فرمائے گا۔اور اگر خاتون بیٹی کی حیثیت سے ہے تو باعث برکت ہے۔اور پیغمبر خدا ﷺ نے اس کی اہمیت کو اس طریقے سے اجاگر کیا کہ آپ کے بڑے ہی پیارے صحابی جابر بن عبداللہؓ جن کا باپ ایک جنگ میں شہید ہوگیا اور اپنے بیٹے کو وصیت کر گیا کہ تیری 9 بہنیں ہیں ان کا خیال رکھنا۔اب جب جابرؓ شادی کرنے لگے تو انہوں نے بڑی عمر کی عورت کے ساتھ شادی کی۔جب نبی کریم ﷺ کو اس کا بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا جابر تو نے بڑی عمر کی عورت سے شادی کیوں کی؟ فرمایا اللہ کے رسول! اس لیے کہ وہ میری بہنوں کا احسن طریقے سے خیال رکھ سکے۔یہ بات سنتے ہی رسول خدا کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور آپ نے جابرؓ کے لیے بار بار دعا فرمائی۔

افسوس اور دکھ اس وقت ہوتا ہے کہ دین اسلام جس نے خواتین کو آزاد کیا وہ خاتون جسے بازاروں میں بیچا جاتا تھا، جسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، جسے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، جسے اپنے لیے باعث عار سمجھا جاتا تھا، جس کو گناہوں کا سرچشمہ سمجھا جاتا، جس کو کسی بھی صورت میں مرد سے آزاد ہونے کی اجازت نہ تھی، دین اسلام کی برکت سے خواتین کو ہر قسم کی آزادی نصیب ہوئی۔پھر یہی وہ دین تھا جو خواتین کو جنگ جیسے مشکل حالات میں ساتھ چلنے کی اجازت دیتا ہے۔یہی وہ

دین ہے جس میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ جیسی محدثہ، لیکچرار اپنے علم و ہنر سے مرد و زن کو مستفید کرتی ہیں۔ یہی وہ دین ہے جس نے خواتین کو ہر کام کرنے کی اجازت دی مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ لازم ٹھہرا دیا کہ حیا کے دامن کو کسی بھی صورت میں اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا۔ اسلام خواتین کے کام کاج پر کیسے پابندی لگا سکتا ہے جبکہ قرآن حکیم کے اندر ہم پڑھتے ہیں کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں اسلام سے برسوں پہلے چرواہے کا کام کرتی تھیں جو کہ بڑا ہی تکلیف دہ اور مشکل کام تھا۔ ایک دن جب وہ اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے کھڑی تھیں تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام وہاں آن پہنچے، بکریوں کو پانی پلانے میں ان کی مدد کی اور پھر موسیٰ علیہ السلام پوچھتے ہیں کہ تم یہ اتنا مشکل کام کیوں کر رہی ہو؟ تو انہوں نے جواباً کہا کہ ہمارا باپ ضعیف ہے اس لیے ہم یہ مشقت طلب کام کر رہی ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں قطعاً غلط نہیں کہا بلکہ ان کے کام میں ان کی مدد کی۔ اب جب یہ خواتین اپنے گھر واپس پہنچتی ہیں تو اپنے باپ سے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتی ہیں، تو شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ تو ان دونوں میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی۔ اب اس بچی کے چلنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ وہ حیا سے چلتی ہوئی موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی۔ اب اس کے حیا کے ساتھ چلنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس لیے کیا کہ تا قیامت آنے والی خواتین کے لیے شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں نمونہ بن جائیں کہ دنیا کے کام کاج تم کر سکتی ہو مگر اپنی چال ڈھال ایسی رکھنی ہے جیسے شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کی تھی۔

آج ہماری خواتین باہر تو جانا چاہتی ہیں مگر حیا والی عورتوں کی سیرت اپنانا نہیں چاہتیں۔ آج جب ہم اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو دکھ اور افسوس ہوتا ہے کہ ہم مغرب کی آزادی جو کہ اصل میں بربادی ہے اپنے لیے مشعل راہ بنا بیٹھے ہیں۔ لبرل ازم نے ہمارے ذہنوں میں ایسی بات ڈال دی کہ دین خواتین پر پابندی لگاتا ہے جبکہ ہم ان کی آزادی چاہتے ہیں۔ ان کا خواتین کو بے پردگی کی آزادی دینا صرف اپنی خواہشات اور اپنے مقاصد کے لیے ہے۔ آج انہوں نے خواتین کو جو حیا کا منبع تھی نام نہاد آزادی دے کر اس کو ایک ڈیکوریشن پیس بنا کر رکھ دیا ہے۔

ضروری اطلاعات

برائے احباب جماعت احمدیہ لاہور

(۱): تمام احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مرکزی انجمن کی طرف سے جماعت کے افراد کے لئے دارالسلام کالونی میں اقامت و رہائش کی غرض سے فلیٹس تعمیر کیے جا رہے ہیں۔ جو احباب جماعت مرکز میں رہائش کے خواہش مند ہوں اور فلیٹس حاصل کرنا چاہیں وہ اس غرض کے لئے جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن لاہور سے رابطہ قائم کریں۔

(۲): احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مرکز دارالسلام میں ایک ایسے احمدی فرد کی ضرورت ہے جو مرکز میں رہ کر فوٹو اسٹیٹ مشین چلا سکے۔ وہ اس مشین کو انجمن کے کام کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی اور کمرشل استعمال میں لا سکتا ہے اور وہ اس کے ساتھ سٹیشنری کا سامان بھی بغرض فروخت رکھ سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے سیلف ایمپالائمنٹ فنڈ سے قرضہ بھی منظور کیا جا سکتا ہے۔

جو احمدی احباب خواہش رکھتے ہوں وہ دفتر احمدیہ انجمن لاہور سے رابطہ قائم کریں۔

☆☆☆☆

تعلیماتِ اسلام کی پیروی عروج کا ذریعہ

طیب اسلام (واعظ)

الحمد اللہ رب العالمین ''سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو پالنے والا ہے، ربوبیت کرنے والا ہے تمام جہانوں کی۔تنگی میں بھی ربوبیت کرتا ہے، خوشحالی میں بھی۔یہ قرآن کیا ہے؟ یہ ایک تذکرہ ہے اس کے ساتھ کمزور اور عاجز انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچائے جاتے ہیں بشرطیکہ ہم ہدایت لینے والے ہوں اور اس پر عمل کرنے والے ہوں۔غور کرو! حضرت ابن مکتوم ایک نابینا شخص تھے وہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمانے لگے کہ مجھے ہدایت دیجئے۔رسول اللہ صلعم اس وقت چند مشرک رؤسا سے باتیں کر رہے تھے پس آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔اسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔''تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا'' (عبس 1) یعنی پیشانی پر شکن ڈالا اور منہ پھیر لیا۔''اس لئے کہ اس کے پاس اندھا آیا''۔(عبس 2) حضرت ابن مکتوم کو معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس سے باتیں کر رہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے دخل دینے کو بُرا منایا مگر اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ آپ بڑوں کی پرواکر کے چھوٹوں چھوٹوں کی طرف سے بے توجہی نہ کریں اس لئے کہ قرآن کریم انہی چھوٹے چھوٹے لوگوں کو بلند مقام پر پہنچا دے گا۔جو شخص بھی امیر یا غریب قرآن کو اپنا بنائے گا، جو کوئی نفس کو ہوا و حرص سے روک کر اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سر جھکا دے گا وہی دنیا میں بڑا ہو جائے گا۔اصل میں یہی ربوبیت ہے، ہمارے ظاہری جسم کی بھی خدا پرورش کرتا ہے، پالتا ہے، پوستا ہے، ہم اس جسم کا بہت خیال رکھتے ہیں جس نے کچھ عرصہ بعد فنا ہو جانا ہے لیکن اس زندگی سے بے توجہی برتتے ہیں جو دائمی ہے، قرآن ہمیں اسی کی طرف راغب کرتا ہے اور ساتھ طریق بتاتا ہے۔

خدا فرماتا ہے:

''اپنے رب کو عاجزی سے اور چھپ کر پکارو، وہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا'' (سورۃ الاعراف 55)۔اسلام پر ابتداء سے مصائب کا زمانہ ہے اس لئے دعا کی طرف متوجہ کیا۔اب بھی مسلمان دعا کی طرف متوجہ ہوں تو مصائب سے نکل سکتے ہیں ہمیں بھی اس پر عمل کی ضرورت ہے تبھی کامیابی ممکن ہے'' لایحب المعتدین'' میں بتایا کہ جو لوگ خدا کے حضور عاجزی سے دعا نہیں کرتے وہ دنیا میں ظلم اور زیادتی کرنے لگ جاتے ہیں مگر زیادتی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔اس لئے تم ہمہ تن دعا کی طرف متوجہ ہو جاؤ تاکہ کامیاب ہو کر ظلم اور زیادتی سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے۔تضرع کی دعا وہ ہے جس میں انسان خدا کے حضور گڑگڑاتا ہے اور زور سے دعا کرتا ہے، خفیہ یا چھپ کر دعا کرنا بھی اچھا ہے اس کے ساتھ ساتھ تضرع کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔دعا میں تضرع سے ایک خاص کیفیت انسان کے قلب پر پیدا ہوتی ہے یہ پالنہار رب کی کیسی اعلیٰ ربوبیت ہے۔یہ قرآن انسانی ربوبیت کے لئے ہی اترا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:''اور زمین کے اندر اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف کرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اس کو پکارو اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں سے قریب ہے۔''

(سورۃ الاعراف 56)

اس آیت میں اللہ نے بتا دیا کہ اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے یعنی محسن کا لفظ لا کر مومنین کو صفت ربوبیت اختیار کرتے ہوئے مخلوق خدا کے ساتھ نیکی کی طرف توجہ دلائی ہے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

'' صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کرنے کی ہی استطاعت ہو۔''

تھوڑا ہو یا زیادہ اس سے بھی نکالو کامیاب ہونے والے لوگوں کی یہی صفت قرآن نے بیان کی ہے۔

''اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے ہیں''(البقرہ3)

صحابہؓ کا اس پر عمل دیکھئے حضرت ابو مسعود انصاری بیان کرتے ہیں:

''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ دینے کی تلقین فرماتے تو ہم لوگ بازاروں میں چلے جاتے اور مزدوری کرتے اور جو تھوڑی بہت رقم ملتی اسے پیش کر دیتے۔ جو بڑھ چڑھ کر ینفقون کرنا ہے یہ اللہ کی راہ میں دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یہ صدقات زکوٰۃ صرف ناداروں کے لئے ہے اور مسکینوں اور اس کے کارکنوں کے لئے اور جن کے دل مائل کرنے میں اور غلاموں کے آزاد کرنے اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے یہ اللہ کی طرف سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔''(سورۃ التوبہ 60)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ مطالب مجھ تک نہیں پہنچ سکتے مجھ کو ان کے حالات اور ضروریات کی خبر دو۔ لیکن آپ بلا وجہ سوال کرنے والے کو بھی قدر کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے یہاں تک فرمایا کہ سوال نہ کرو اگر چہ اپنے باپ ہی سے کیوں نہ ہو۔ اس سے خودداری پیدا ہوتی ہے ''ہمت مرداں مدد خدا'' انسان خواہ روزگار پیدا کرنے کی کوشش کرے خوب محنت کرے اور کام کو بڑھائے الکاسب حبیب اللہ محنتی اللہ کو پیارا لگتا ہے۔ ایک دفعہ حکیم بن حزام ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت میں جو مانگا تھا سو دیا۔ لیکن ساتھ ہی ایک نصیحت کی کہ جو ہاتھ اوپر ہوتا ہے (یعنی دینے والا ہاتھ) وہ اس ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے جو نیچے ہے (یعنی لینے والا ہاتھ) اسی نصیحت کا ایسا اثر حضرت حکیم بن حزامؓ پر ہوا کہ اس کے بعد تمام عمر کسی سے سوال نہیں کیا۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو خوددار، محنتی اور جفاکش بنانا چاہتے تھے ایک مرتبہ ایک سوالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کے گھر میں کوئی چیز ہے، سوالی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر ایک کمبل ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ یہاں لے آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فروخت کر دیا اور اسکی رقم اس سوالی کو دے کر فرمایا کہ اس سے کلہاڑا خرید کر جنگل میں چلے جاؤ وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر بازار میں بیچو۔ اس طرح اس کے پاس کافی رقم جمع ہوگئی وہ ایک سوالی تھا سوداگر بن گیا۔ اس میں ہمارے لئے ایک بڑا سبق ہے۔ ایک ملازم ہے اس کی آمدنی کم ہے۔ آمدنی بڑھانے کے لئے پارٹ ٹائم کام کرے محنت کرے، سوال کرنے میں اہانت ہوتی ہے کام کرنے میں کوئی نہیں۔ کام اور محنت میں ہمیں کوئی عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسب کرنے والا یعنی کمائی کرنے والا اللہ کو پیارا ہے اس میں بھی ہماری ربوبیت ہے، سوال کرنے سے بچایا اور کمائی کرنے کی راہ دکھائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے۔''(سورۃ النجم39)۔ یہ وہ زریں اصول ہے، پلے باندھنے والی بات ہے کہ جو انسان کوشش کرتا ہے یعنی جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے، مذہب کا بھی یہی اصول ہے دنیا کے کاروبار کا بھی دارومدار اسی بات پر ہے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے لئے آخرت میں کوئی نتیجہ پیدا ہو وہ یہاں کوشش کرے اور جو شخص چاہتا ہے کہ اسے دنیا کے کچھ نتائج ملیں وہ یہاں کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحمانیت سے ہمارے لئے قرآن بھیج دیا ہے۔ اس میں ہماری ترقی کا سامان ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دیا ہے اس سامان سے جس قدر ہم اپنی سعی اور جدوجہد سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں اسی قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی موہبت بھی اسی انسان کو فائدہ دیتی ہے جو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے افسوس کہ آج ہم مسلمان اس اصول سے بالکل غافل ہیں اور

سعی اور جدوجہد کا اصول نہ دنیا میں برتتے ہیں نہ دین میں۔ اقوام یورپ اس اصول کو اپنا کر فائدہ اٹھارہی ہیں اور ہم غافل بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ سعی اور جدوجہد کرنے کا حکم دیتا ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عطاء سے نوازا ہے۔

مال و دولت دیا ہے، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہماری محنت اور عقل کا کرشمہ ہے فرعون اور قارون کے پاس بھی بہت دولت تھی وہ اسی گھمنڈ میں مارے گئے :''اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کردیتا ہے اور اس کے لئے تنگ کرتا ہے (جس کے لئے چاہتا ہے) اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' (سورۃ العنکبوت62)۔ غریب کو بھی چاہیے کہ وہ امیر پر حسد نہ کرے۔''اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے تنگی میں بھی ربوبیت کرتا ہے اور مال دے کر بھی ربوبیت کرتا ہے۔ تنگی میں بھی آزمائش کرتا ہے اور مال دے کر بھی آزمائش کرتا ہے ہمیں سعی اور جدوجہد پر توجہ دینی چاہیے۔

''کام کرنے والوں کے لئے کیا ہی اچھا اجر ہے۔''

(سورۃ العنکبوت58)

جو شخص رب العالمین کی بھیجی ہوئی تعلیم کو اپنا رہبر اور رہنما بنائے گا وہ کامیابی کا حقدار ٹھہر جائے گا کیونکہ وہ رب ہے اور نشو ونما اور کامیابی کی ساری کلیدیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

وفات حسرت آیات

تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دلی دُکھ اور افسوس ہوگا کہ جماعت کے دو مخلص و بزرگ ممبر گذشتہ دنوں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ بزرگ محترم شیخ سلیم احمد صاحب (سیالکوٹ) اور محترم الیاس احمد صاحب (راولپنڈی) تھے۔ ان کی جماعت کے ساتھ عقیدت ومحبت انتہائی گہری اور عظیم تھی۔ مرحومین اپنی زندگیوں میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح سے جماعت کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو قبولیت بخشے اور ان کو جنت میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ

پیغام صلح سو سال پہلے

نور رسالت کی تیز شعاعیں

صرف جزیہ ان سے لیا جاتا تھا۔ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے خلیفہ ہونے تک یہی حال رہا، انہوں نے البتہ عرب سے یہودیوں کو نکال دیا، ان سے یہ کہا گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ممانعت کردی ہے کہ وہ مختلف مذاہب ملک عرب میں نہیں ہونے چاہئیں جو سلطنت کا مرکز ہے اور باوجودیکہ انہیں خارج البلد کردیا گیا تھا لیکن یہ امر امور انتظامیہ کی دور اندیشی پر مبنی تھا اور مذہب سے اسے کوئی سروکار نہیں تھا، ان کو نہ زبردستی مسلمان کیا گیا اور نہ غیر ملکوں میں جلاوطن کیا گیا لیکن انہی عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) بیت المقدس میں یہودیوں کو کامل آزادی اور حفاظت جان و مال کی دستاویز دی۔ (اس کے بعد ڈاکٹر اسٹب نے دستاویز کا ترجمہ دیا ہے جسے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔)

اس اعلان حریت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنی سلطنت کی توسیع تو کی مگر اپنے مذہب کی تلوار کے زور سے اشاعت کبھی نہیں کی، انہوں نے البتہ اتنا کیا کہ کسی غیر مسلم کو فوجی یا سول اعلیٰ عہدے نہیں دیئے اور جو عیسائی و یہودی وغیرہ جزیہ دیتے رہے ان کو کامل امن وآمان کی زندگی بسر کروائی۔ اسپین میں عیسائیت اور دیگر مذاہب کے پیروان نہایت سلامتی اور اطمیان سے ان کے سایہء عاطفت میں رہے کبھی ان کے ساتھ غیر منصفی نہیں کی گئی گو انہوں نے جس ملک کو تسخیر کیا اس کے امراء ورؤسا اور حکمرانوں کو تباہ وبرباد کیا، یا بالکل بے دست و پا اور یہ محض اس وجہ سے کہ وہ بغاوت نہ کرسکیں، اسکینجر کہتا ہے اور امر حق بھی یہی ہے کہ یونانی ترکوں کے زیر نگین بمقابلہ ان کے بادشاہوں کے زیادہ آسائش سے زندگی بسر کررہے ہیں، یونانی سلاطین کے زیر حکومت شہزادوں کو علی التواتر قتل اور موتوں پر حد درجہ ظلم وستم کیا جاتا تھا لیکن اب وہ تمام خطرات سے بالکل محفوظ ہیں بشرطیکہ ٹیکس باقاعدہ طور پر ادا کرتے رہیں، اہل یورپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ ترکوں کے زیر نگین نہ آئیں بلکہ یہ عیسائی شہزادوں اور امراء کی خواہش ہے کہ ترکوں کی زیر اطاعت آنے سے دور ہیں۔ (پیغام صلح 17 جنوری 1917ء)

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیوں کی رپورٹ

ایرانی سفارتخانے میں انقلاب ایران کی سالگرہ کی تقریب میں امام برلین مسجد کی شمولیت

رپورٹ ماہ فروری2017ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام برلین مسجد)

ایرانی سفارتخانے میں انقلاب ایران کی تقریب

3فروری۔ ایرانی سفارتخانہ کی جانب سے انقلاب کے 38 سالہ جشن کے سلسلہ میں برلین کے ایک انٹرنیشنل ہوٹل میں ایک پروگرام منعقد کیا گیا۔ سیمینار کا موضوع "یورپ میں مسلمان" رکھا گیا تھا۔ امام برلین مسجد کو بھی اس پروگرام میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ مہمان خصوصی نے اپنے خطاب میں یورپ میں اسلام کی ترویج میں برلین مسجد کے مقام وقیام کا تذکرہ بطور خاص کیا جو ایک خوش آئند پہلو تھا۔ حتیٰ کہ انقلاب ایران کے ذکر میں بھی برلین مسجد کی کاوشوں کو سراہا گیا۔ پروگرام کے اختتام پر انتظامیہ کی جانب سے ہماری شمولیت پر شکریہ ادا کیا گیا اور جلد برلین مسجد آنے کا وعدہ بھی کیا گیا۔

پی ایچ ڈی سکالرز کا دورہ

4فروری۔ ڈاکٹر گارڈین جونکر جن کا ذکر ہماری رپورٹوں میں ہوتا رہتا ہے انہوں نے برلین مسجد میں ڈیڑھ گھنٹہ قیام کیا۔ برطانیہ، نیدرلینڈز، جورجیا اور ہندوستان کے پی ایچ ڈی سکالرز بھی ان کے ہمراہ تھے۔ پروفیسر بخاری جن کا تعلق برطانیہ سے ہے، وہ ووکنگ مسلم مشن، انگلستان اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بارے کئی مضامین لکھ چکے ہیں جبکہ جورجیا اور نیدرلینڈز کے سکالرز لاہور احمدیہ تحریک پر ڈاکٹریٹ لیول پر کام کر رہے ہیں۔ ان سکالرز نے مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی۔ بعد ازاں مشن ہاؤس میں بھی چائے کے دوران شرکاء نے تحریک کے نظریات اور اس کی کاوشوں پر گفتگو کو جاری رکھا۔ برلین مسجد کی تاریخ کے بارے میں ناصر احمد صاحب کی مرتب کردہ جرمن زبان میں تاریخ کی کاپیاں بھی ان کو دی گئیں۔

ڈاکومنٹری اور انٹرویو

4، 7فروری۔ ایک اسرائیلی عالم ایک جرمن صحافی کے ہمراہ امام برلین مسجد سے انٹرویو کی غرض سے مسجد تشریف لائے۔ انٹرویو کا موضوع ''برلین مسجد کی تاریخ اور بالخصوص اسلام میں رشتہ ازدواج کا نظام'' تھا۔ جرمن صحافی کی ڈاکومنٹری فلم ایک اسرائیلی لڑکی کے بارے میں ہے کہ جس نے برلین مسجد میں اسلام قبول کیا اور پھر ایک مصری مسلمان سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئی۔ یہ فلم اپنی تکمیل کے بعد پوری دنیا میں مقابلہ کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔ برلین فلمی میلہ 2018 میں اس فلم کی شمولیت کی صورت میں برلین مسجد کے امام مہمان خصوصی کی حیثیت سے فلم کی تقریب رونمائی میں شریک ہوں گے۔

انٹرویو میں اذان اور سورۃ الرحمٰن کی تلاوت بھی ریکارڈ کی گئی۔ یہ طویل انٹرویو مسلسل دو روز تک ہوتا رہا اور قریباً آٹھ گھنٹہ کی کاوش سے انٹرویو ریکارڈ کیا گیا۔

راٹرڈیم، ہالینڈ جماعت کے ممبران کا برلین مسجد میں قیام

9،11 فروری۔ برادرم نعیم نصر اللہ صاحب اور محترم محبوب صاحب ایک ترکھان کے ساتھ دوبارہ ہالینڈ سے تشریف لائے تا کہ مشن ہاؤس کا بقایا مرمت کا کام پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکے۔ مسجد میں ان کا قیام 3 روز تک رہا۔ 9 سے 11 فروری کے دوران انھوں نے انتہائی توجہ اور انتھک محنت سے اپنا کام مکمل کیا۔ جمعہ کے روز نمازیوں سے بھری مسجد دیکھ کر مہمانوں کو انتہائی مسرت ہوئی۔ اللہ انہیں اس کار خیر کی جزاء دے۔ آمین

کورین تنظیم DkR کے وفد کا دورہ

11 فروری۔ کورین بین الاقوامی تنظیم، برلین 21 طلباء کا ایک وفد لے کر مسجد تشریف لایا۔ طلباء کو اسلام اور برلین مسجد کے بارے میں آگاہ کیا گیا۔ سوال و جواب کا سلسلہ انتہائی دلچسپ اور طویل رہا۔ شرکاء میں قرآن مجید کا جرمن زبان میں ترجمہ اور برلین مسجد کی تاریخ کے متعلق کتابچے دیئے گئے۔

پولوس چرچ کے طلباء کی مسجد میں آمد

13 فروری۔ پالوس چرچ، برلین کے 40 طلباء اپنی خاتون پادری باربرا نیوبرٹ کے ہمراہ مسجد تشریف لائے۔ ان نوجوان طلباء کو بپتسمہ دیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے انہیں اسلام سے آگہی کے لئے مسجد لایا گیا۔ شرکاء نے اسلام اور جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق بہت سے سوالات کئے۔ تمام شرکاء نے اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے مسجد میں دعا کی۔ خاتون پادری باربرا 16 فروری کو مزید 24 بچوں کے ساتھ مسجد تشریف لائیں۔ ان بچوں نے بھی بپتسمہ کے مراحل سے گزرنا تھا۔ محترمہ کو چرچ کے لئے قرآن شریف کا جرمن زبان میں نسخہ پیش کیا گیا۔ ان دو روز میں 60 سے زائد بچوں کو اسلام کے متعلق اور برلین مسجد کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں۔

ایس ہال ورسن سٹگلٹز اسکول کے بچوں کی برلین مسجد میں آمد

21 فروری۔ مذکورہ بالا اسکول کے 20 طلباء نے مسجد کا دورہ کیا۔ مسجد کے متعلق پریزینٹیشن کے بعد اسلام اور جماعت احمدیہ لاہور کے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ ہوا۔ وفد میں اسکول کے وہ طلباء شامل تھے جنہوں نے اپنے کورس میں اسلام بطور ایک مضمون کے پڑھا تھا اور اسلام کے متعلق مزید جاننے کے لئے اپنے اساتذہ سے خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اسکول کی لائبریری کے لئے اساتذہ کو قرآن مجید کا جرمن نسخہ پیش کیا گیا۔

محکمہ اوقاف کی جانب سے پروگرام کا انعقاد

23 فروری۔ امام مسجد برلین کو محکمہ اوقاف کی جانب سے مانومنٹ اوپن ڈے کی افتتاحی تقریب کے سلسلہ میں انتظامی کمیٹی کی میٹنگ میں جو پارلیمنٹ بلڈنگ میں منعقد ہوا مدعو کیا گیا۔ مانومنٹ اوپن ڈے 10 اور 11 ستمبر کو منایا جائے گا۔ امام مسجد برلین نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی نمائندگی کی۔ اور ان کا اپنی جماعت کی طرف سے دعوت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ بعد از اں تمام شرکاء کے لئے ایک مختصر سیر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس مرتبہ اوپن ڈے کا موضوع "طاقت اور شان وشوکت" رکھا گیا ہے۔

زیتون مسجد کا پروگرام

26 فروری۔ امام مسجد برلین کو زیتون مسجد، برلین کی جانب سے مدعو کیا گیا۔ اس پروگرام میں شمولیت کی وجہ سے ان کے امام صاحب اور دیگر ممبران سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر تقریب کے مقرر خصوصی نے اپنے خطاب میں ان تنظیموں کی کوشش کو سراہا جنہوں نے یورپ میں اسلام کے پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس موقع پر انہوں نے ان اسلامی تنظیموں کی فہرست بھی پیش کی جو اس سلسلہ میں سرگرم عمل رہیں یا اب بھی ہیں اور اس میں جماعت احمدیہ لاہور بھی شامل تھی۔

امام مسجد برلین زیتون، جامعہ الازہر کے گریجویٹ ہیں۔ انہیں قرآن مجید کا جرمن زبان میں نسخہ پیش کیا گیا جس کے لئے وہ انتہائی مشکور ہوئے اور برلین مسجد آنے کا وعدہ بھی کیا۔

پیغام صلح سو سال پہلے

نور رسالت کی تیز شعاعیں سترھویں صدی کے انگلستان میں

ایک زبردست عیسائی عالم کے دل پر

انتخاب از: ارشد علوی

پہلے پہل لاطینی وفرانسیسی زبانوں کے ذریعہ اسلام کے ٹوٹے پھوٹے حالات انگلستان پہنچے۔اس ذخیرہ معلومات میں دوسری مغربی زبانیں بھی کچھ کچھ اضافہ کرتی رہیں۔لیکن بحیثیت مجموعی یہ حالات فسانوں اور قصوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔زمانہ آگے بڑھتا گیا اور یہ روایتیں اور ہدائتیں بھی تعداد اور وسعت میں بڑھتی گئیں۔ چھاپہ کے عالم ایجاد میں آتے ہی ان افسانوں کو کتاب کی صورت میں اہل انگلستان نے محفوظ کرلیا۔

سولھویں اور سترھویں صدی کا دور دورہ تھا۔انگلستان کی روح ادب میں تروتازگی آتی جاتی تھی اور ہر قسم کا لٹریچر کثرت سے طبع ہو کر شائقین علم کے ہاتھوں میں پہنچ رہا تھا۔اس زمانہ میں اسلام کے متعلق بھی قصے کہانیاں عجیب عجیب رنگ میں پیش ہوئیں۔ان میں سے اکثر حد درجہ بیہودہ لغو اور فحش تھیں۔ اگلے وقتوں کے انگریز بھی بڑے بھولے بھالے سیدھے سادھے تھے۔جو کچھ سنتے تھے اسے آمنا وصدقنا کہہ کر مان لیتے تھے اپنی عقل کی کسوٹی پر جھوٹ سچ کو پرکھنا نہیں جانتے تھے۔چنانچہ لوگ اسلام کے متعلق اس داستان پاستان کو بمد تفریح پڑھتے تھے اور پھر اس کی خوب بھد اڑاتے تھے۔لطف یہ کہ جاہلوں کے ساتھ پڑھے لکھے اور صرف پڑھے لکھے ہی نہیں بلکہ علماء وفضلاء بھی تحقیر وتذلیل سے نہیں چوکتے تھے۔آخرش جہالت کی اس تاریکی میں چند نفوس چمکے جنہوں نے ٹھنڈے دل سے اسلام کے عروج پر نظر غائر ڈالی۔عام رائے کو مشتبہ نظروں سے دیکھا اور اپنی عقل سلیم کی رہبری میں تحقیقات شروع کی۔مشرقی علم وادب دوسری زبانوں کے لباس پہن کر انگلستان پہنچا اور اس نے اس کی بہت کچھ دستگیری کی۔ان میں ڈاکٹر ہنری اسٹب کا نام بھی خاص منزلت رکھتا ہے۔ڈاکٹر موصوف کے زمانہ تک اہل انگلستان لاطینی یا فرانسیسی زبانوں میں اسلام اور آنحضرت صلعم کے حالات پڑھ کر اپنا شوق پورا کرلیا کرتے تھے،ان زبانوں سے انگریزی ترجمہ بھی شائع ہوگئے تھے۔اکثر ان پر ہی اکتفا کرتے تھے جب ڈاکٹر موصوف علم وفضل سے آراستہ ہو کر میدان ادب میں آئے تو انہوں نے اسلام کے متعلق زبان انگریزی میں ایک جامع تصنیف کا تہیہ کیا۔کتاب کے اوراق سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر موصوف نے کمال تحقیق وتدقیق سے کام لیا مگر افسوس گردش افلاک نے اسے اڑہائی سو سال تک کتم عدم میں رکھا۔ابھی حال میں اس کے اوراق پریشان انگلستان میں مسلمانوں کی نظر سے گزرے چنانچہ فوراً ان فنڈ کھولا گیا اور انگلستان کے مسلمانوں سے اس کے طبع کرنے کے لئے اپیل کی گئی۔خلیل خالد بے نے جن کے نام سے مسلمانان ہند بخوبی آشنا ہیں روپیہ فراہم کرنے میں خاص مساعی کی اور ''صباح'' و''صراط مستقیم'' کے اڈیٹروں سے اپنے معزز اخباروں میں چندہ کی الگ الگ فہرستیں کھول دیں۔ چند روز میں روپیہ جمع ہوگیا اور یہ نایاب نسخہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر دنیائے ادب میں پیش ہوا۔بعد میں اسلامک سوسائٹی لندن نے اسے علیحدہ چھپوایا اور اس کا نام ''ترقی وعروج اسلام'' رکھا گیا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دنیائے مغرب کے اسلام اور پیغمبر آخر الزماں (روح فداہ) کے متعلق

کیا خیالات تھے۔ڈاکٹر اسٹب رسول اکرم صلعم کے بڑے مداح تھے اور انہوں نے نہایت مدلل طور پر سیرت نبویؐ اور اسلام پر محاکمہ اور عیسوی دنیا کے لغو و مہمل الزامات کو بڑے خوبی سے مسترد کیا ہے۔ڈاکٹر اسٹب نے اول اول تو یہودیت اور نصرانیت پر تبصرہ کیا ہے۔متقدمین عیسائیوں کے متعلق ان کے ریمارک بڑی دلچسپ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کا اصل اصول یہ تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیحا مانتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا دوبارہ ورود بنی اسرائیل کی گم شدہ عظمت کو بحال اور تمام عالم میں امن وسچائی کو قائم کردے گا۔اُن متقدین کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا کے بیٹے ہیں اور روح القدس اور تثلیث کو مانتے تھے مزید برآں وہ کہتے ہیں اگر موجودہ عقائدان کے زمانہ میں ہوتے تو وہ اس کا بڑا مذاق اڑاتے اور ان کو کفر وشرک سے تعبیر کرتے ۔ مسلمانوں کی نگاہ میں ڈاکٹر ہنری اسٹب کی یہ باتیں خاص معنی رکھتی ہیں ۔آج شام یورپ متقدمین کے اعتقادات کے خلاف مشنریوں کی ایک فوج ہمارے پاس بھیج رہا ہے کہ ہم ان مہمل اصولوں کو مان لیں۔

ڈاکٹر اسٹب کی اس عجیب وغریب تصنیف میں بعض باتیں نہایت لاجواب ہیں۔انہوں نے ایک بات میں خود متقدمین عیسائیوں کے اقوال سے اُن تمام الزامات کو رد کردیا۔جو موخرین نے آنحضرت صلعم کی بعثت کے خلاف لگائے ہیں۔بہت سے مغربی مصنفین نے اسلام کے خلاف غلط فہمیوں اور کورانہ تعصّبات پر رائے زنی کی ہے مگر وہ تمام مبہم ہیں اور ڈاکٹر اسٹب کی دلائل کی گرد کو بھی نہیں پہنچے۔حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اصل حالات کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ یہ فخر اسٹب کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے عیسائی ہوکر اس چیستاں کو افشا کیا ہے۔ اس موضوع پر موسیو ایلیسا ندردڈی انکونا نے اطالیہ اور ایڈمنڈ وۓ نے فرانس میں کچھ کچھ لکھا ہے ۔مگر انگلستان میں ڈاکٹر اسٹب پہلے فرد ہیں جنہوں نے واقعات کے چہرہ سے پردہ اٹھایا ہے اس میں شبہ نہیں ہے کہ بعض معاملات میں ڈاکٹر اسٹب نے بھی غلطیاں کی ہیں۔مگر ان پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ سترھویں صدی کے انگلستان کے ایک مصنف سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے جو غریب اپنی تمام معلومات کے لئے عیسوی ذرائع پر مدار رکھتا تھا بہرکیف ڈاکٹر اسٹب کی تصنیف کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو وہ ایک نہایت اہم اور مفید کتاب نظر آتی ہے۔اس بات کا سخت قلق ہے کہ یہ کتاب اتنے عرصہ تک اپنے روئے زیبا کو دنیا کے سامنے پیش نہ کرسکی ۔ ورنہ انگریزوں کے دل میں جو متعدد توہمات باطل جاگزیں ہوگئے تھے ان کے دور کرنے میں یہ کتاب بہت مدد پہنچاتی ، بہرنوع اسٹب کا رتبہ گبن اور کارلائل سے کسی عنوان کم نہیں ہے۔ جن کی انصاف پسندی نے انگلستان کے ان مذہبی تعصّبات کو رفع کرنے میں جنہوں نے سرورکائناتؐ کے متعلق انگریزوں کے فیصلہ کو عرصہ دراز تک اندھا کررکھا تھا بہت بڑی مدد پہنچائی ہے۔ڈاکٹر اسٹب نے بڑے سفر سے اس غلط خیال کی بھی تردید کی ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے۔آنحضرت صلعم کی ستودہ صفات میں جو خوبی سب سے زیادہ ڈاکٹر اسٹب کو بھلی معلوم ہوتی ہے وہ ان کی تدوین ملکی وتدوین قومی تھی۔

اب ہم ناظرین کے سامنے ڈاکٹر اسٹب کی یگانہ تصنیف کے جستہ جستہ مقامات پیش کرتے ہیں تاکہ وہ خود اندازہ کرسکیں کہ حقیقت میں یہ شخص کتنا منصف اور معقول پسند ہے مگر اس سے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر موصوف کی زندگی کے حالات ہدیہء ناظرین کریں۔

ڈاکٹر ہنری اسٹب

28فروری 1631ء میں علاقہ لنکن شائر میں پیدا ہوئے ان کے والد پادری تھے۔1641ء میں ملک میں بغاوت ہوئی اور ان کی والدہ ہنری اسٹب اور ایک بچہ کو ہمراہ لے کر لندن چلی آئیں۔باپ کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ماں نے سوئی چلا چلا کر بچوں کو پالا۔دونوں بچے بڑے ذہین تھے۔استاد نے ان کی ذہانت وفطانت کو دیکھ کر اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور ان کی تعلیم کی خاص نگرانی کی ۔ بعد میں سر ہنری وین نے ہنری کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا اور تعلیم کے تمام اخراجات خود اٹھائے ،کنگز سکالرشپ حاصل کرنے کے بعد ہنری نے کرائیٹ چرچ اکسفورڈ سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔

تین سال تک بوڈلین لائبریری کے لائبریرین رہے اور متعدد کتابیں

لکھیں۔طبیعت برق و باد کے مانند تیز تھی اور روشنی طبع آخر بلائے جان ثابت ہوئی۔ ایک تصنیف میں اعیان مملکت کی بری طرح خبر لی ۔ پادریوں اور یونیورسٹیوں کے دھرے اڑا دیئے ۔نتیجہ یہ نکلا کہ نکال دیئے گئے اورازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر ہوگیا۔مقدمہ سے نجات پاکر اسٹرٹیفر یڈ میں عزلت گذینی اختیار کی۔مختلف شعبہ ہائے علوم میں خاص ورک حاصل کیا اور مطب کھول کر بیٹھ گئے مگر تمام عمر تصنیفات وتالیف میں گذاری۔ یونانی، لاطینی زبانوں، سیاسی و تاریخی معاملات وغیرہ میں یدطولے تھا۔حافظہ بڑا عجب پایا تھا۔اعلیٰ درجہ کے طبیب تھے شگفتہ مزاج وکریم النفس، دولت اور اس کے شیدائیوں سے ہمیشہ نفرت کرتے تھے۔روڈ کہتا ہے کہ ان کا قلم خواہ مخالفت یا موافقت میں اتنا استاد تھا کہ کوئی اس کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکتا تھا کوئی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے قریب بھی نہیں بھٹکتا تھا، رائل سوسائٹی سے اس کی بحث چھڑی جس میں انگلستان کے تمام فضلاء نے حصہ لیا۔1674ء میں پیرس گزٹ کی ایڈیٹری کی ۔ اس کے بعد انہیں کسی الزام میں ماخوذ کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ یہ نہیں معلوم کہ انہیں کب رہا کیا گیا لیکن اسی زمانہ میں انہوں نے حضرت رسول کریم صلعم کی سیرت پاک اور اسلام کے عروج پر کتاب لکھی۔

حلیہ مبارک آنحضرت صلعم (از ڈاکٹر ہنری اسٹب)

ڈاکٹر اسٹب نے چند ابواب میں نبی اکرم صلعم کی بعثت سے قبل یہودیت ونصرانیت کا خاکہ کھینچ کر عرب کے مذہبی عقائد، رسم ورواج وغیرہ کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم کا اعلان حق، کفار عرب سے معرکہ آرائیاں، مدینہ منورہ میں باشندوں سے سلوک وغیرہ کا بیان کر کے حلیہ مبارک بریں الفاظ پیش کیا ہے ۔ میں شبہ نہیں کرتا کہ آپ ان فرد یگانہ (نبی صلعم) کا حلیہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوں گے ۔ان کا بڑا دل ایک متوسط اندام میں جسم کے پہلو میں تھا جو بہت بڑا تھا، چہرہ کا رنگ گندمی تھا اور اس میں گلابی جھلک تھی، ریش (مبارک) لمبی اور گھنی تھی مگر سفید بال ایک بھی نہ تھا، متانت، بردباری کے ساتھ جلال وعظمت بشرے سے ٹپکتا تھا مگر ایک خاص قسم کا لطف بھی ہویدا تھا، جس سے دیکھنے والے کے دل پر برقی لہریں موجیں مارنے لگتی تھیں اور ادب عظمت اور محبت پیدا ہوجاتی تھی، آنکھیں روشن اور دل میں اتر جانے والی تھی، اعضاء نہایت سڈول تھے، چال وڈھال سے شرافت ونجابت برستی تھی غرض ان کی تمام حرکات وسکنات ایک خاص شان ودلربائی تھی جو شخص دوچار ہوجاتا تھا اس پر ہیبت تاری ہوجاتی تھی، عرب ان کو دریا کی صاف وشفاف لہروں سے تشبیہہ دیتے ہیں جس کی روانی کی لطافت سے دیکھنے والوں کی آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوجاتا ہے، ان کی تقریر کی لذت سے زیادہ شیریں کوئی چیز نہ تھی برتاؤ میں حد درجہ خلق ومحبت تھی، ہر عمر ومزاج کے آدمیوں میں نہایت خوبی سے گھل مل جاتے تھے وہ جانتے تھے کہ خودداری کے ساتھ بڑوں کا لحاظ کس طرح کرتے ہیں اور چھوٹوں کے ساتھ لطف وعنایت سے کس طرح پیش آتے ہیں، ذہین وفہیم تھے،قوت فیصلہ نہایت زبردست تھی، آن کی آن میں بات کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے،فصاحت وبلاغت ایسی بے مثل تھی کہ نہ ان سے پہلے نہ ان کے بعد کسی عرب کو نصیب ہوئی، جب کسی سے خوش ہوتے تھے تو دہن سے پھول جھڑنے لگتے تھے،مگر عظمت وجبروت ہاتھ سے نہیں جاتی تھی،لطف واحسان صحیح موقعوں پر فرمانا خوب جانتے تھے اور انسانی میلان و رجحان خوب سمجھتے تھے،لوگوں کے دلوں کا بھید اس طرح معلوم فرمالیتے تھے کہ خبر لگنے کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تھا،غرض کہ اوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ اور آزادی کے ساتھ نہایت موزن متانت وسنجیدگی تھی،لوگوں کو کوئی نامعقول بات کرنے کی جرات نہ ہوتی تھی، ان تمام خوبیوں کے باوصف جسم میں طاقت وچستی جانفشانی وعلوہمتی اتنی تھی کہ عظیم سے عظیم خطرہ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے،عمدہ شاہ سوار تھے اور حد درجہ مونہہ زور اور چالاک گھوڑوں کی سواری لینے میں انہیں بہت کیفیت آتی تھی۔

پس وہ تمام ان محاسن ومکارم سے متصف تھے کہ جو نہایت عظیم الشان کارناموں کے لئے اشد ضروری ہیں اور جو صلح وجنگ، ملک گیری وملک داری کے لئے یکساں موزوں ہیں،کوئی شخص اگر ان اوراق کا بطور مطالعہ کرے گا تو

اس پر اچھی طرح آشکارا ہوجائے گا کہ عیسائیوں نے جو ان پر مطاعن کیے ہیں وہ بالکل مہمل ولغو ہیں، میں نے یہ حالات متعدد مصنفیں سے لیے ہیں جن میں عرب بھی شامل ہیں مگر میں نے بہت سے قصے اور افسانے جو تمسخر انگیز و بے ہودہ ہیں مسترد کر دیئے ہیں جو عیسائی مصنفین کی کتابوں میں بے شمار پائے جاتے ہیں۔ اگر آپ عیسائی مصنفین کے رقم کردہ حالات کا مطالعہ کریں تو آپ کو ایک نگاہ میں معلوم ہوجائے گا کہ انہوں نے کس درجہ کذب سے کام لیا ہے۔ ان میں سے بعض کا میں نے ذکر بھی کیا ہے جس سے ہر سمجھدار شخص یہ نتیجہ نکالے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس زمانہ کے اوباش عیسائیوں نے اپنے نام نہاد ہمعصر متقدسین سے کم دروغ بافی سے کام نہیں لیا۔

اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلایا گیا

اہل مغرب کا یہ خیال بالکل پوچ ولچر ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خدائے حق کی اشاعت بزور شمشیر کی اور یہ کہ نہ صرف عربوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا بلکہ اپنے جانشینوں کو بھی ایک دوامی عہد لے کر مجبور کر دیا کہ وہ عیسائیت کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیں اور نہ صرف عیسائیت کو بلکہ تمام مذاہب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں اور اسلام کا عالم میں ڈنکا بجا دیں۔ لیکن خواہ ان کا یہ خیال ہو یا نہ ہو، خواہ کتنے ہی بڑے بڑے لوگوں نے اس کی تائید کی ہو یا نہ کی ہو یہ بالکل صریح غلطی ہے، یہ سچ ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرب میں معرکہ آرائیاں کیں مگر وہ تمام ایک قدیم مذہب کو زندہ کرنے کے لئے کی گئی تھیں اور ان سے کسی نئے مذہب کی اشاعت مقصود نہیں تھی، انہوں نے اپنے پیروؤں کو بت پرستی معدوم کرنے کی تعلیم وتلقین کی اور تمام عالم ان کی اس تعلیم کا منت کیش ہے، انہوں نے دنیا کو بتلایا کہ خدا ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، میدان حشر میں حساب وکتاب ہوگا اور لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دی جائے گی۔ یہودیوں کا بھی دراصل یہی اصول تھا اور وہ چاہتے تھے کہ تمام دنیا میں اس اصول دینی کی اشاعت کر دیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے سات قواعد میں مضمر تھا لیکن یہ خیال کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ نیت تھی کہ وہ بہ جبر واکراہ تمام دنیا سے اپنا مذہب منوالیں بطلان عظیم ہے اور اگر بفرض محال یہ خیال بھی ہوتا تو اس میں کوئی ہرج نہیں تھا۔ اس لئے کہ بہت سے عیسائی فاضل اس امر کو جائز قرار دیتے ہیں کہ مذہب عیسوی کے حلقہ میں لوگوں کو زبردستی لانا چاہیے اور ہر بادشاہ کو دوسرے بادشاہ کے ملک پر سچے مذہب کی تبلیغ کے لئے یورش کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اگر ایک بادشاہ دوسرے کی رعایا کو سزا دے اور مطیع ومنقاد کرلے تو وہ پروردگار عالم کی خاطر ایسا کر سکتا ہے کیونکہ بادشاہ خدا کا خلیفہ ارضی ہوتا ہے اور وہ لوگ جن کے اعمال خراب ہوتے ہیں ایسی سزا کے مستحق ہیں اور پروردگار عالم کے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ان کو پورا استحقاق حاصل ہے کہ وہ خدا کی بادشاہت جاہ وجلال کا لوگوں کے دلوں میں سکہ بٹھائیں اور اس کے احکام کی پابندی کروائیں، اس قسم کے نظائر کی دنیا میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یہودیوں میں ہرقوس نے ایدومیقس کو ختنہ کرانے پر مجبور کیا اور پھر اسے یہودی کر لیا، عیسائیوں کی تمام کتب تواریخ اس قسم کی مثالیں پیش کرتی ہیں، دین عیسوی کے متعدد ڈاکٹروں کی تعلیم ہے کہ ہر ایسی قوم پر جو گناہ کبیرہ کی مرتکب ہو چڑھائی کر دینی چاہیے اور اعلان جنگ کے لئے یہ ایک صحیح بہانہ ہے کہ غلط کاروں کو راہ مستقیم پر لایا جاوے اور قانون قدرت پر جس کے وہ روز ازل سے تابع بنائے گئے ہیں زبردستی عمل درآمد کرایا جائے۔

جنگ کے جواز میں یہ اور اسی نوع کی متعدد دلائل پر ہادیان نصرانیت قائم ہے اور گو انہوں نے اور پاپاؤں نے اس کی شد ومد سے تائید کر کے مسلمانوں کے لئے راہ اعتذار پیدا کر دی ہے مگر مجھے کہیں بھی اس کا پتہ نہیں ملا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملک عرب میں اس اصول پر کہیں بھی عمل کیا ہو، انہوں نے بت پرستی کا استحصال تو کیا ہے مگر اسلام میں لوگوں کو بجر واکراہ کبھی داخل نہیں کیا۔

یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ سلوک

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عیسائیوں اور یہودیوں کو ہمیشہ جان کی امان اور مال کی حفاظت دی اور مذہب کے لئے کبھی تشدد نہیں کیا، مدینہ میں یہودیوں کے ارکان مذہبی کی ادائیگی میں کبھی مداخلت نہیں کی (بقیہ صفحہ نمبر 21)

ترتیب وتدوین۔ارشد علوی

شیطان مرُدود سے اللہ کی پناہ مانگنا

(ڈائری1905 دادا جی حکیم خلیفہ محمد اکرم علوی مرحوم ومغفور سیکرٹری احمدیہ جماعت سامانہ۔انڈیا)

قرأت سے پہلے اِستعاذہ کرنا نزدیک جمہور کے سُنّت ہے۔اسکی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ترجمہ:''سو جب تو قُرآن پڑھنے لگے تو شیطان مرُدود سے اللہ کی پناہ مانگ۔''(سورۃ النحل آیت98)

یعنی جب تُو قُرآن پڑھنا چاہے تو پہلے شیطان مرُدود سے اللہ کی پناہ مانگ۔اس کہنے میں بندے کی طرف سے اسکے ضعف وعجز کا اقرار ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دفع مضرت پر اظہار ہے۔ابنِ کثیر نے کہا لطائفِ استعاذہ سے ایک یہ بات ہے۔کہ اسکے کہنے سے مونہہ پاک ہوجاتا ہے۔جولغو ورفث مونہہ سے نکلتا ہے۔اس سے طہارت ہوجاتی ہے۔قُرآن پاک میں استعاذہ کا حُکم مطلق تین جگہ آیا ہے۔(۱) ترجمہ:''اور اگر شیطان کی فساد کی بات تجھے تکلیف دے تو اللہ کی پناہ پکڑ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔''(سورۃ الاعراف آیت200)

(۲) ترجمہ:''اور کہہ میرے ربّ! میں شیطانوں کی عیب جوئی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''(سورۃ المومنون آیت97)۔(۳) ترجمہ:''اور میرے ربّ میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے سامنے آئیں۔''(سورۃ المومنون آیت98)

تیسری پہلی آیت کے مطابق ہے۔صرف فرق یہ ہے۔کہ اس آیت کے آخر میں ''وہ سننے والا جاننے والا ہے'' فرمایا ہے۔اس اختلاف میں کہ لفظ مختار استعاذہ کا کیا ہے؟ کچھ فائدہ نہیں ہے۔جو لفظ قُرآن پاک میں آیا ہے۔یا حدیث میں آچکا ہے۔کفایت کرتا ہے۔ابو سعیدؓ کہتے ہیں عمرو بن مرزوق کا بیان ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی نماز تھی کہ رسولِ خُدا صلعم جب رات کو نماز کے لئے اُٹھتے تو کہتے۔اعو ذ با اللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم من نفخہ و ھمذہ و نفثہ۔(نفثہ سے مُراد شعروشاعری اور نفخہ سے مُراد غرور اور گھمنڈ اور ہمزہ سے مراد وسوسہ اور جنون ہے)۔اسکو اہلِ سُنن نے روایت کیا ہے(سنن ابوداؤد۔جلد اوّل۔نماز کا بیان۔حدیث761)۔ابی بن کعبؓ کی روایت میں یوں آیا ہے۔ترجمہ:''میرے ربّ! میں شیطان رجیم سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔ ایک اثر ضعیف ومنقطع میں ابنِ عباسؓ سے۔''اللہ کی پناہ پکڑ وہ سننے والا جاننے والا ہے'' بھی آیا ہے۔غرضیکہ جس لفظ سے کوئی آعُوذ کہے گا۔کفایت کرتا ہے۔ خواہ پکار کر کہے یا چُپکے پڑھے شیطان اسکو کہتے ہیں جسکی طبیعت،بشر کی طبیعت سے دُور ہو۔بسبب اپنے فسق کے وہ ہر خیر سے مہجور ہو۔پھر ہر مُتمرد سرکش کو جن ہو یا انسان یا کوئی اور حیوان،شیطان کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ترجمہ:''اور اسی طرح ہم نے ہر ایک نبی کے لیئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دُشمن بنایا،وہ دھوکہ دینے کے لیئے ایک دوسرے کے دل میں طمع کی باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔(سورۃ الانعام آیت112) معلوم ہوا کہ شیطان کا کام یہی ہے کہ جھوٹی بات فریب دہی کے لیئے بنا کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔مسند امام احمد میں ابوذرؓ سے آیا ہے کہ رسولِ خُدا صلعم نے فرمایا ہے۔اے ابوذرؓ تو پناہ مانگ اللہ تعالیٰ کی شیاطین،جن وانس سے۔اُنہوں نے کہا۔کیا انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔دوسری روایت مسلم میں جو ابُوذرؓ سے آئی ہے۔کالی کُتی کو شیطان کہا۔رجیم کی طرف معنی ایک یہ لوگوں کو اپنے وسوسہ اندازی سے رجیم کرتا ہے۔خیالات فاسدہ کے جال میں پھانستا ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ وہ خود خیر سے مطرود و مردود و مرجوم ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ترجمہ:''اور انہیں شیطانوں کے لیے اٹکل بازی کا ذریعہ بنا دیا ہے''(سورۃ النحل آیت5)۔پھر فرمایا: ترجمہ:''اور ہر طرف سے ملامت کیے جاتے ہیں،دھتکارے ہوئے''(سورۃ الطفات آیت8،9)

پھر کہا۔ترجمہ:''ہاں جو چھپ کر کچھ سن لے تو اسے روشن کرنے والا انگارا آلیتا ہے۔''(سورۃ الحجر آیت18)

ابن کثیر نے اس پچھلے معنی کو اس طرح واضح ٹھہرایا ہے۔واللہ اعلم باصواب۔

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

جماعت کی اخلاقی حالت کیسی ہو؟

دنیا فنا کا مقام ہے۔ آخر مرنا ہے۔ خوشی دین کی باتوں میں ہے اصلی مقصد تو دین ہی ہے

''اخلاقی حالت ایسی درست ہو کہ کسی کو نیک نیتی سے سمجھانا اور غلطی سے آگاہ کرنا ایسے وقت پر ہو کہ اُسے بُرا معلوم نہ ہو۔ کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھا جاوے۔ دل شکنی نہ کی جاوے۔ جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں۔ دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ مال و دولت یا نسبی بزرگی پر بیجا فخر کر کے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وُہی ہے جو متّقی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقکم دوسروں کے ساتھ بھی پُورے اخلاق سے کام لینا چاہیے۔ جو بد اخلاقی کا نُمونہ ہوتا ہے وہ بھی اچھا نہیں۔ ہماری جماعت کے ساتھ لوگ مقدمہ بازی کا صرف بہانہ ہی ڈھونڈتے ہیں۔ لوگوں کے لئے ایک طاعون ہے۔ ہماری جماعت کے لئے دو طاعون ہیں۔ اگر کوئی جماعت میں سے ایک شخص برائی کرے گا تو اس ایک سے ساری جماعت پر حرف آئے گا۔ دانشمندی حلم اور درگذر کے ملکہ کو بڑھاؤ۔ نادان سے نادان کی باتوں کا جواب بھی متانت اور سلامت روی سے دو۔ یاوہ گوئی کا جواب یاوہ گوئی نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں کچھ ایسی ہی حکمت عملی تھی کہ اگر ایسا نہ کرتے تو روز ماریں کھاتے پھرتے۔ رُومیوں کی سلطنت تھی۔ یہود کے فقیہہ اور فریسی اس کے مقرب تھے۔ اس وقت اگر وہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال نہ پھیرتے تو روز ماریں کھایا کرتے اور روز مقدمے ہوتے۔ باوجودیکہ وہ ایسی نرم تعلیم دیتے تھے پھر بھی یہود انہیں دم نہ لینے دیتے تھے۔ اُس وقت کی حالت انجیل کی تعلیم ہی کو چاہتی ہوگی۔ اِس وقت ہماری جماعت کی موجودہ حالت بھی قریباً ویسی ہی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مارٹن کلارک عیسائی کے مقدمہ میں محمد حسین نے بھی اسی کی گواہی دی۔ اب سمجھ لو کہ قوم سے بھی کوئی امید نہیں ہے۔ رہی گورنمنٹ اس کو بھی بدظن کیا جاتا ہے۔ اور گورنمنٹ کسی حد تک معذور بھی ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ بدظن ہو۔ کیونکہ عالم الغیب نہیں ہے۔ اس لئے ہم کو مطلع کرنا پڑا۔ تا کہ اس کو صحیح اور سچے واقعات کا علم ہو۔ مناسب ہے کہ ان ابتلا کے دنوں میں اپنے نفس کو مار کر تقویٰ اختیار کریں۔ میری غرض ان باتوں سے یہی ہے کہ تم نصیحت اور عبرت پکڑو۔ دنیا فنا کا مقام ہے، آخر مرنا ہے۔ خوشی دین کی باتوں میں ہے۔ اصلی مقصد تو دین ہی ہے۔'' (ملفوظات، جلد اول ص ص ۲۰۸، ۲۰۹)